

بچوں کے لیے قصص القرآن

سنہرے قصے

پیش کش: ادارہ اربعین دارالافتاء

قرآن کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں
آپ کی زندگی کی سادہ و سلیس روشنی میں

اداکار: شعیب مسعودی

آج ہم میں سے ہر شخص چاہتا ہے کہ جب کسی کو کوئی تحفہ دے تو وہ بہت عمدہ ہو۔

لیکن ایک مسلمان کی جانب سے سب سے عمدہ تحفہ کیا ہو سکتا ہے؟

وہ ہیں دینی کتب ایسی کتب جن سے نہ صرف تبلیغ دین کے احکام کو بھی پہنچایا جاسکے بلکہ یہ آپ کیلئے بھی صدقہ جاریہ بن جائے۔

اگر آپ محسوس کرتے ہیں کہ

یہ کتب بچوں کیلئے مفید ہیں اور تبلیغ دین اور اسلامی معلومات کے فروغ کا ذریعہ ہیں۔۔۔ تو آئیے!

اپنی دینی ذمہ داری کو محسوس کیجئے اور اپنے بچوں، بھتیجیوں، بھانجیوں اور دوست احباب کے بچوں کیلئے یہ کتب لیجئے اور انہیں سالگرہ، امتحانات اور دیگر کامیابیوں کے موقع پر تحفے میں دیجئے۔

تاکہ آج آپ کی یہ سرمایہ کاری کل آخرت میں آپ کے کام آسکے۔

اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو صاحب ثروت بنایا ہے تو کم از کم دس کتب لے کر والدین اور اساتذہ کے ایصالِ ثواب کیلئے وقف کر دیجئے۔ یا رشتہ داروں اور عزیز واقارب کو تحفے میں پیش کیجئے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ٹن ٹن۔۔۔۔ ٹن ٹن۔۔۔۔

ہاف ٹائم ختم ہونے کا گھنٹہ بج چکا تھا۔ تمام بچے اپنی اپنی کلاسوں کی طرف واپس جا رہے تھے۔

پانچویں کلاس کے بچے جلدی جلدی اپنی کلاس کی طرف جانے لگے اور کچھ بچے تو پہلے ہی کلاس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیونکہ آج جمعرات کے دن ہاف ٹائم کے بعد رفیق سر انہیں قرآنی اور تاریخی واقعات سنایا کرتے تھے۔ ہاف ٹائم ختم ہوتے ہی سر رفیق بھی کلاس میں داخل ہو گئے تمام بچے اپنی اپنی نشستوں پر احتراماً کھڑے ہو گئے۔

ہاں بھی بچو! بیٹھے جاؤ۔

آج ہم آپ کو سیدنا یونس علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔

سیدنا یونس علیہ السلام کی قوم شہر نینویٰ میں آباد تھی اور کفر و گمراہی کی بیماری میں مبتلا تھی۔ جب ان کی گمراہی اور سرکشی حد سے زیادہ بڑھ گئی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے ایک نبی سیدنا یونس علیہ السلام کو ان کی ہدایت کیلئے بھیجا۔

سیدنا یونس علیہ السلام نے انہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توحید و رسالت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ لیکن پچھلی قوموں کی طرح انہوں نے بھی سیدنا یونس علیہ السلام کو جھٹلایا اور آپ پر ایمان نہیں لائے۔

آپ نے انہیں پیار و محبت سے سمجھایا کہ اگر تم ایمان نہیں لائے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ لیکن وہ برابر آپ کا مذاق اڑاتے رہے۔

ایک دن آپ نے ان کو تبلیغ کی اور کہا کہ اگر تم ایمان نہیں لائے تو تین دن کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عذاب آئے گا۔ قوم نے اس عذاب کی کچھ پرواہ نہیں کی اور اپنے کاموں میں مشغول رہے۔

تیسرے دن جب آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے تو انہیں احساس ہوا کہ کہیں یہ عذاب تو نہیں کیونکہ پچھلی امتوں کو بھی اسی طرح ہلاک کر دیا گیا تھا وہ سمجھے کہ ان پر بارش برے گی اور بادل سے آگ برستی اور ان کو جلا کر خاک کر دیتی تھی۔

ایک آدمی نے کہا کہ سب لوگوں کے نام کا قرعہ ڈال لیا جائے جس کا نام نکل آئے اُس کو دریا میں ڈال دیا جائے۔
اس طرح جب قرعہ ڈالا گیا تو سیدنا یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

لیکن سب کشتی والوں کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہنے لگے کہ دوبارہ قرعہ ڈالو۔ جب دوبارہ ڈالا تو بھی سیدنا یونس علیہ السلام کا ہی نام نکلا۔

لیکن اب بھی کشتی والوں نے ہچکچاہٹ محسوس کی۔

لہذا تیسری دفعہ بھی قرعہ ڈالا گیا اب بھی آپ ہی کا نام نکلا لہذا سیدنا یونس علیہ السلام نے کشتی سے چھلانگ لگا دی۔
جیسے ہی آپ نے چھلانگ لگائی ایک مچھلی نے آپ کو فوراً نگل لیا۔

ادھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ خبردار جو ان کو کوئی نقصان پہنچایا میرے یونس کو حفاظت کے ساتھ اپنے پیٹ میں رکھ لو۔

اور تقریباً چالیس دن تک آپ اُس مچھلی کے پیٹ میں رہے اور کثرت کے ساتھ دعا مانگتے رہے:-

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ ۖ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ (پ ۷۷- سورہ انبیاء: ۸۷)

کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاک ہے تو بے شک میں ہی قصور واروں سے ہوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب سیدنا یونس علیہ السلام کی جب یہ دعا سنی تو مچھلی کو حکم دیا کہ میرے یونس کو حفاظت کے ساتھ اپنے پیٹ سے باہر نکال دے۔

مچھلی نے حکم کی تعمیل کی اور سیدنا یونس علیہ السلام کو ساحل پر اُگل دیا۔

مسلل مچھلی کے پیٹ میں رہنے سے آپ کا جسم بہت کمزور اور لاغر ہو گیا اور کھال بہت نرم ہو چکی تھی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے فوراً ہی ساحل پر کدو کی ایک بیل اُگ آئی اور اُس کے پتوں نے آپ پر سایہ کر دیا اور ایک ہرن کو حکم دیا کہ وہ روزانہ آپ کو دودھ پلایا کرے ہر فی روزانہ دودھ پلاتی آہستہ آہستہ آپ کی حالت بہتر ہو گئی اور آپ اپنے شہر نینویٰ واپس تشریف لے گئے اور آپ کی قوم نے آپ کے ہاتھ پر اپنے ایمان کی بیعت کی اور دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کیلئے اپنے نبی سیدنا یونس علیہ السلام کی اطاعت کرنے لگے۔

اور بچو!

وہ دعا جو سیدنا یونس علیہ السلام نے مانگی تھی ہم سب کو بھی وہ دعا مانگتے رہنا چاہئے۔

اب یہ شدید خوفزدہ ہوئے اور سیدنا یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ لیکن سیدنا یونس علیہ السلام تو ساحل کی جانب روانہ ہو چکے تھے اور وہاں سے ایک کشتی میں سوار ہو کر جا رہے تھے وہ بھلا انہیں اب کہاں ملتے۔ اب تو ان لوگوں کو سو فیصد یقین ہو گیا کہ یہ عذاب ہی کے آثار ہیں کیونکہ جب کسی قوم پر عذاب آیا تو ان کے نبی کو اور ایمان والوں کو ان میں سے نکال لیا گیا۔ اب کیا تھا وہ سب لوگ اپنی دولت کو چھوڑ کر اپنے بیوی بچوں سے علیحدہ ہو گئے اور جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے ٹاٹ کے کپڑے پہن لیے ہر شخص توبہ کرنے لگا۔ مرد، عورت، بچے سب رونے لگے۔ جانوروں اور ان کے بچوں کو بھی انہوں نے علیحدہ علیحدہ کر دیا۔

اب وہاں کا ماحول یہ ہو گیا کہ جب مرد روتے تو ان کی عورتیں بھی رونا شروع کر دیتیں اور عورتوں کو دیکھ کر بچے بھی رونا شروع کر دیتے تو اسی طرح اونٹ بلبلا تا تو اونٹ کے بچے بھی بلبلانے لگتے، گائیں چلاتیں تو بچھڑے بھی چلانے لگتے، بکریاں منمنانے لگتیں تو تو بکری کے بچے بھی منمناتے اس طرح یہ منظر بہت دردناک ہو گیا۔

سب لوگ توبہ کرنے لگے سارے بت توڑ ڈالے اور کہنے لگے کہ ہم اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لائے اگر انہوں نے کسی کے حقوق پورے نہیں کئے تھے تو اس سے معافی مانگی اور توبہ کا یہ عالم تھا کہ کسی نے اگر کوئی پتھر کسی دوسرے کی اجازت کے بغیر اپنے گھر میں لگالیا تھا تو وہ بھی واپس کر دیا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان کی اس آہ و زاری پر رحم آگیا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وہ عذاب ان سے دور کر دیا۔ جب وہ سیاہ بادل چھٹ گئے تو یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر کرتے ہوئے واپس بستی میں آ گئے اور سیدنا یونس علیہ السلام کا انتظار کرنے لگے کہ وہ آئیں تو یہ ان کے ہاتھ پر ایمان کی بیعت کریں اور ان کی تعلیم سے عبادت الہی کریں۔

دوسری جانب سیدنا یونس علیہ السلام بستی سے نکل کر کشتی میں سوار ہو چکے تھے جب کشتی بچ دریا میں پہنچی تو اچانک دریا میں طغیانی آنا شروع ہو گئی دریا پھر نے لگا۔

اب مسافر ڈر کے مارے چیخنے چلانے لگے جب کشتی بالکل ہی بے قابو ہونے لگی تو کشتی چلانے والے ملال نے کہا کہ میں نے اپنے بڑوں سے سنا ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگا ہو تب ایسا ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت حال میں یا تو اس غلام کو دریا میں پھینک دیا جائے یا پھر کشتی ڈوب جائے گی۔

سیدنا یونس علیہ السلام نے سنا تو کہنے لگے میں ہی وہ غلام ہوں جو اپنے مالک سے اجازت لیے بغیر یہاں آ گیا ہوں۔ کشتی والے بڑے حیران ہوئے اور کہنے لگے شکل و صورت نورانی ہے چنانچہ آپس میں کہنے لگے اتنی معصوم صورت نورانی چہرہ یہ کسی کے غلام نہیں ہو سکتے خاندانی وجاہت بھی چہرے سے عیاں تھی۔ پھر انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔

چیونٹیوں کی ملکہ اور ملکہ بلقیس کا تخت

مغرب کے بعد ہی سے تمام بچے لان میں جمع ہو گئے تھے تاکہ تایاجان سے کہانی سن سکیں۔

السلام علیکم تایاجان! تمام بچوں نے ایک ساتھ کہا۔

وعلیکم السلام تایاجان نے جواب دیا اور ساتھ ہی لان میں رکھی ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔

ہاں بچو! کل ہم نے آپ کو سیدنا داؤد علیہ السلام کا قصہ سنایا تھا۔

جی تایاجان! بچوں نے کہا۔

آج ہم آپ کو داؤد علیہ السلام کے بیٹے سیدنا سلیمان علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔ یہ بھی نبی تھے اور بادشاہ بھی۔

آپ بہت بڑے بادشاہ تھے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو بہت طاقت سے نوازا تھا آپ کے پاس بے شمار اختیارات تھے۔
ہو! آپ کی فرمانبرداری تھی، جنات آپ کی اطاعت کرتے تھے، پرندوں کی بولیاں جانتے تھے اور چرند پرند سب کے سب آپ کا کہنا سنتے اور مانتے تھے۔

غرض یہ کہ آپ کو جو لشکر تھا بڑا عجیب و غریب تھا اس میں چرند پرند، جن و انسان سب ہی شامل تھے۔ ایک دن آپ اپنے لشکر کے ساتھ جارہے تھے اور سب لوگ نہایت نظم و ضبط کے ساتھ چل رہے تھے کہ راستے میں ایک جگہ چیونٹیوں کی بستی تھی ابھی سیدنا سلیمان علیہ السلام کا لشکر اس بستی سے تین میل دور تھا کہ چیونٹیوں کی ملکہ نے دیکھا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام ادھر سے گزرنے والے ہیں تو اس نے سب چیونٹیوں سے کہا کہ اے چیونٹیوں یہاں سے تھوڑی دیر میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کا لشکر گزرنے والا ہے اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ پکھل کر رکھ دیں تمہیں ان کا لشکر اور تمہیں روند ڈالیں بے خبری میں۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی بات تین میل دور سے سُن لی اور آپ مسکرا دیئے۔ یہ نبی کی شان ہے کہ وہ عام بشر تو ہوتے نہیں ہیں بے مثل و بے مثال بشر ہوتے ہیں لہذا ان کی قوتِ سماعت بھی عام آدمی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

خیر جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اس چیونٹی کی تقریر سُن لی تو آپ سُن کر ہنس دیئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ جب وہاں پہنچے تو چوٹیوں کی اس ملکہ کو اپنے ہاتھ میں اٹھالیا اور اُس سے پوچھا کہ بتائیں سلطنت بڑی ہے یا میری؟

چوٹیوں کی ملکہ نے کہا یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا جانتی ہوں کہ اس وقت میرا تخت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا ہاتھ ہے سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تو بڑی دانا اور عقل مند ہے۔

اس واقعہ کو سورہ نمل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

اب بچو! میں آپ کو ملکہ بقیس کے ایمان لانے کا واقعہ سناتا ہوں:-

یہ ملکہ بقیس کون تھی؟ حادثہ نے بے تابی سے پوچھا۔

یہ تو کہانی سنو گے جب ہی معلوم ہو گا۔

ایک دن سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اپنا دربار لگایا ہوا تھا کہ تمام درباری حاضر تھے اور لشکر پر نگاہ ڈالی تو وہ تمام اپنی اپنی جگہوں پر ڈیوٹیاں دے رہے تھے۔ لیکن پرندوں میں ہد ہد کو غیر حاضر پایا۔

اب آپ جیسے عظیم الشان بادشاہ کے دربار میں نظم و ضبط کی خلاف ورزی تو کوئی کر نہیں سکتا تھا کہ جس کا دل چاہے کہیں بھی چلا جائے اور جب منہ اٹھائے آجائے۔

آپ نے پوچھا کہ ہد ہد نظر نہیں آ رہا کہاں لاپتہ ہو گیا ہے اگر اُس نے اپنی غیر حاضری کی معقول وجہ نہ بتائی تو میں اُسے سخت سزا دوں گا یا ذبح ہی کر ڈالوں گا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ہند حاضر ہو گیا دوسرے پرندوں نے ہند کو بتایا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام تمہاری غیر حاضری پر ناراض ہو رہے تھے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہند سے پوچھا تو کہاں غائب ہو گیا تھا؟

ہند نے عرض کی یا نبی اللہ! میری تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ میں ملک سباجلا گیا تھا اور وہاں میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی سلطنت ہے اور اس پر ایک ملکہ حکومت کرتی ہے جسے ملکہ بلقیس کہتے ہیں اس کے پاس دنیا بھر کی دولت ہے اور اس کا تخت بہت بڑا ہے اور وہ تخت سونے اور چاندی سے بنایا گیا ہے اس میں طرح طرح کے ہیرے اور جواہرات جڑے ہیں اس تخت کے پائے یا قوت اور زمرہ کے بنے ہوئے ہیں اور یہ تخت سات کروں میں بند ہے ایک کمرہ دوسرے کمرے میں دوسرا کمرہ تیسرے کمرے میں اس طرح سات کمرے ہیں اور وہ تخت تیار بھی اسی کمرے میں کیا گیا ہے اور اس تخت کو وہاں سے کوئی نکال نہیں سکتا اور ملکہ بلقیس اور اس کی قوم کو شیطان نے گمراہ کیا ہوا ہے اور وہ سب سورج کی عبادت کرتے ہیں۔

سلیمان علیہ السلام ہند دسے ناراض تھے لیکن آپ نے اس کو معاف کر دیا۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ

اس کو اس لیے بھی معاف کر دیا گیا تھا کہ وہ اپنے ماں باپ کا فرمانبردار تھا اور ان کو کھانا لاکر بھی کھلاتا تھا کیونکہ وہ بوڑھے تھے۔ بہر حال سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہند کو ایک خط دیا کہ یہ خط لے جاؤ اور ملکہ بلقیس کے پاس پہنچا دو اور پھر وہیں رہو اور دیکھو کہ وہ اس خط کے جواب میں کیا کہتی ہے۔

ہند نے سیدنا سلیمان علیہ السلام کا خط لیا اور ملکہ بلقیس کی طرف روانہ ہو گیا۔

ملکہ بلقیس اس وقت دربار سجائے بیٹھی تھی ہند نے ان کے سروں پر پہنچ کر پھڑپھڑانا شروع کر دیا جب بلقیس نے ہند کی طرف اوپر دیکھا تو ہند نے وہ خط ملکہ بلقیس کی گود میں ڈال دیا۔

ملکہ بلقیس بڑی حیران ہوئی خیر اس نے خط کو کھول کر پڑھنا شروع کیا پڑھ کر اس نے تمام مشیروں اور وزیروں کو جمع کر لیا اور ان سے کہا:-

اب تم مجھے مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہئے؟

ملکہ بلقیس کے مشیر اور وزیر کہنے لگے:-

ملکہ عالیہ! آپ جانتی ہیں کہ ہماری فوج دنیا کی زبردست فوج ہے ہم بڑے بہادر اور جنگجو ہیں آپ اگر جنگ کا کہیں گی تو ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے اور آپ جو حکم دیں گی ہم اس کو ہر حال میں مانیں گے۔

ملکہ بہت عقل مند تھی اس نے خط پڑھ کر اندازہ لگالیا تھا کہ یہ کسی معمولی آدمی کا خط ہر گز نہیں ہو سکتا۔

اس نے اپنے مشیروں اور وزیروں سے کہا کہ بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو ویران کر دیتے ہیں اور عزت دار لوگوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم اُن کے پاس اپنے قاصد کو تحفے تحائف دے کر بھیجتے ہیں اگر انہوں نے وہ تحفے لے لیے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ وہ صرف بادشاہ ہیں یا نبی بھی ہیں۔ اگر وہ بادشاہ ہوئے تو ہم جانتے ہیں کہ بادشاہوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ وہ نبی ہیں یا نہیں۔

یہ سن کر سب مشیروں اور وزیروں نے ملکہ کی رائے سے اتفاق کیا اور کہنے لگے۔ ملکہ عالیہ آپ درست کہہ رہی ہیں۔ ملکہ نے اپنے قاصدوں کو قیمتی تحائف دے کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ کر دیا۔ دوسری طرف ہند بھی سیدنا سلیمان علیہ السلام کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے ملکہ بلقیس کا مشیروں اور وزیروں سے مشورے کرنا سب کچھ جاکر بتا دیا۔ کچھ ہی دنوں میں ملکہ بلقیس کے قاصد تحائف لے کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچ گئے اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار کی شان و شوکت دیکھ کر حیران رہ گئے اُن کی عقل حیران رہ گئی۔

بہر حال قاصدوں نے تحفے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کئے لیکن آپ نے اُن پر ایک نظر تک نہیں ڈالی۔ اور اُن قاصدوں سے کہا:-

کیا تم ان ہدیوں اور تحفوں کو میرے پاس لا کر اتر رہے ہو میرے پاس اس سے کہیں زیادہ قیمتی خزانے اور طاقت موجود ہیں۔ میں نے اس سے کہیں زیادہ نعمتوں سے ہمیں نوازا ہے تم جو یہ چیزیں لے کر آئے ہو واپس چلے جاؤ اور اپنی ملکہ کو جا کر صاف صاف بتا دینا کہ اگر تم نے سورج کی عبادت کرنا نہیں چھوڑی اور توبہ کر کے میرے لائے ہوئے دین کو قبول نہیں کیا تو میں ایک ایسا لشکر لے کر تم پر چڑھائی کروں گا کہ تم میں کسی کی طاقت نہیں ہوگی کہ اس لشکر کو کوئی روک سکے۔

پھر ہم تمہیں ذلیل و رسوا کر کے تمہارے شہروں سے نکال دیں گے۔

جب سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے تحفوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو وہ قاصد تمام تحفے لے کر واپس چلے گئے اور سارا ماجرا جا کر ملکہ کو سنا دیا۔

ملکہ سمجھ گئی کہ آپ صرف بادشاہ نہیں ہیں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نبی بھی ہیں اور اُن کا مقابلہ کرنے کی کسی میں ہمت نہیں۔ لیکن ایمان لانے سے پہلے وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ کی شخصیت کس طرح کی ہے ملکہ بلقیس پوری شان و شوکت کے ساتھ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پاس جانے کیلئے روانہ ہو گئی۔

جب وہ سیدنا سلیمان علیہ السلام کے شہر کے قریب پہنچ گئی تو آپ نے اس کو اپنی طاقت دکھانا چاہی تاکہ اُسے معلوم ہو جائے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نبی کا اختیار کیسا ہوتا ہے؟

آپ نے اپنے درباریوں سے پوچھا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جو ملکہ بلقیس کا تخت اس کے یہاں پہنچنے سے پہلے پہنچا دے ایک دیو کھڑا ہوا جس کا نام عفریت تھا۔

اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اگر آپ اس خادم کو حکم دیں تو آپ کے دربار کا وقت ختم ہونے سے پہلے میں اس تخت کو یہاں لے آؤں گا اگرچہ وہ بڑا بھاری بھر کم تخت ہے اور یہاں سے ڈیڑھ ہزار میل دور بھی ہے۔

لیکن آپ نے اس کو پسند نہ کیا کہ آپ کا کوئی درباری اس معمولی سے کام میں اتنا زیادہ وقت لگائے۔
تایا جان! لیکن وہ تو کہہ رہا تھا کہ تھوڑی سی دیر میں یعنی آپ کے دربار کا وقت ختم ہونے سے پہلے لے آئے گا۔
حارشہ سے حیران ہوتے ہوئے کہا۔

اور تایا جان تخت بھی تو ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر تھا جیسے یہاں سے جاپان۔ رفیق نے طویل فاصلے کو دیکھتے ہوئے کہا۔
اور اتنی جلدی تو آج کے جدید دور میں ہوائی جہاز بھی نہیں لاسکتا۔

ہاں بیٹا مگر جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں اور نبی ہوتے ہیں اُن کے اختیارات، طاقت عام آدمی کی طرح تھوڑی ہوتی ہے۔
اب آگے سنو!

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے کہا نہیں یہ تو بہت دیر ہو جائے گی اس سے جلدی اور کون لاسکتا ہے۔ تو سیدنا سلیمان علیہ السلام کی اُمت کے ایک ولی آصف بر خیا کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے:-

میں پلک جھپکنے سے پہلے وہ تخت آپ کے پاس لے آؤں گا۔
پھر ایسا ہی ہوا اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے پلک جھپکنے سے پہلے ملکہ بلقیس کا وہ عظیم الشان تخت جو ڈیڑھ ہزار میل کے فاصلے پر سات کمروں میں بند تھا سیدنا سلیمان علیہ السلام کے سامنے موجود تھا۔

اس پر سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:-
یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ وہ آزمائے مجھ کو میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری تو جس نے شکر ادا کیا تو وہ شکر ادا کرتا ہے اپنے بھلے کیلئے اور جو ناشکری کرتا ہے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور بلاشبہ میرا رب غنی بھی ہے۔

پھر آپ نے درباریوں سے کہا کہ اس تخت میں کچھ تبدیلی کر دو تاکہ دیکھیں کہ وہ اپنے تخت کو پہچانتی بھی ہے یا نہیں۔

جب ملکہ بلقیس دربار میں آئی تو حیران رہ گئی کہ اس کا تخت یہاں کیسے پہنچ گیا اور سوچنے لگی کہ یہ تو میرے جیسا تخت ہے بلکہ میرا ہی ہے لیکن یہاں کیسے آیا؟

ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ کیا تمہارا تخت بھی ایسا ہی ہے۔

چند لمحے کیلئے تو وہ پریشان ہو گئی کہنے لگی دیکھنے سے تو لگتا ہے یہ وہی تخت ہے۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، ہاں یہ تمہارا ہی تخت ہے۔

بلقیس نے کہا ہم تو پہلے ہی یہ جان چکے ہیں کہ آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی بڑی نعمتوں سے نوازا ہے اور ہم تو پہلے ہی مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔

حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام نے شیشے کا ایک محل تیار کروایا ہوا تھا اور اس کا فرش بھی شیشے کا تھا اور نیچے یوں معلوم ہوتا تھا کہ جیسے پانی بہہ رہا ہے۔

ملکہ بلقیس جب آپ سے ملنے آئی تو آپ اُس محل میں تشریف فرما تھے۔

بلقیس نے جب فرش کی طرف دیکھا تو اُسے ایسا لگا کہ جیسے نیچے پانی کی لہریں ہیں اُس نے اپنے پائینچے اوپر کر لیے تاکہ کپڑے نہ بھیگ جائیں اُسے یہ اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ یہ فرش بلوریں فرش ہے۔ اب جب اُس نے پاؤں آگے رکھا تو اُس کو اندازہ ہوا یہ تو شیشے کا فرش ہے اور یہاں پانی تو دور کی بات نمی بھی موجود نہیں ہے اسے بتایا گیا کہ یہ تو صرف شیشے کی عمارت ہے۔

اب اُس نے جب یہ منظر دیکھا تو اُس کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ سمجھ گئی کہ یہ کاریگری تو انسانی طاقت کی ہو ہی نہیں سکتی۔ کہنے لگی:-

اے میرے رب میں (آج تک) ظلم ڈھاتی رہی اپنی جان پر اور اب میں ایمان لاتی ہوں سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ پر جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔

جب اُس کے مشیروں اور وزیروں نے دیکھا کہ اُن کی ملکہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو وہ سب بھی مسلمان ہو گئے اور پوری قوم سیدنا سلیمان علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔

مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بعد سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کو اپنی بیوی بنا کر عزت و شرف سے نوازا۔ اچھا بچو! اب اجازت دو عشاء کی نماز کا وقت بھی قریب ہو رہا ہے۔

اور اس کے بعد تاپا جان عشاء کی نماز کیلئے مسجد کی جانب روانہ ہو گئے۔

فرحان، عارف دیر ہو رہی ہے بیٹا جلدی کرو۔ رضا صاحب نے اپنے بیٹوں کو آواز دی۔

آج داتا دربار میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عرس تھا اور رضا صاحب عرس میں شرکت کیلئے جانے کی تیاری کر رہے تھے۔

ابو! ایک بات تو بتائیے! عارف نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

جی پوچھیے!

ابو یہ ہم دعا یہاں بیٹھ کر بھی تو کر سکتے ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے پھر ہمیں اللہ کے ولی اللہ کے دوست سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری کے مزار پر حاضر ہو کر دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔

اور ابو اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے اور ہر جگہ سے ہماری پکار کو سنتا ہے تو پھر ہم گھر میں بیٹھ کر بھی تو دعا مانگ سکتے ہیں؟ فرحان نے بھی گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

جی بچو! بالکل۔

تو پھر بتائیے ناکہ ہم مزار شریف پر کیوں جا رہے ہیں؟

ہاں بچو! جیسے سیدنا زکریا علیہ السلام نے دعا کی تھی حضرت مریم کے حجرہ میں۔

ابو تفصیل سے بتائیے کہ سیدنا زکریا علیہ السلام نے کیا دعا کی اور کیسے کی کیا قرآن کریم نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے؟ ہم عشاء کی نماز کے بعد آپ کو پورا واقعہ سنائیں گے۔

رضا صاحب داتا دربار میں حاضر ہوئے دُرودِ تاج پڑھا قاتحہ پڑھی اور با ادب واپس ہونے لگے۔ واپس جاتے ہوئے فرحان اور عارف نے کہا ابو! بھی نہ تو ہم نے مزار کو چوما ہے اور نہ ہی اس کا طواف کیا ہے۔

نہیں بچو قبر کو چومنا ادب کے خلاف ہے اور شریعت نے مزار کے طواف کو منع کیا ہے اس لیے ہم نے قبر کو نہیں چوما اور مزار کا طواف نہیں کیا۔

مزار سے منسلک مسجد میں رضا صاحب نے نمازِ عشاء ادا کی اور واپس گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

گاڑی گیراج میں کھڑی کر کے ابھی رضا صاحب لاؤنچ میں داخل بھی نہیں ہوئے تھے کہ فرحان اور عارف نے ان سے مطالبہ کر دیا کہ ابو آپ نے کہا تھا کہ عشاء کے بعد آپ ہمیں سیدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔

ارے بچو!

ابو کو ابھی آرام تو کر لینے دو سیدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ کل سن لینا۔ عارف اور فرحان کی اتنی نے اپنے بچوں کی دلچسپی کو دیکھتے ہوئے پیار سے کہا۔

نہیں امی ابو نے وعدہ کیا تھا کہ وہ آج ہمیں قصہ سنائیں گے فرحان نے بے تابی سے کہا۔

ہاں بیگم آج انہیں قصہ سنانا بہت ضروری ہے۔ آئیے آپ بھی بیٹھ جائیں اور ہاں بینش کو بھی بلا لیں رضا صاحب نے اپنی چھوٹی بیٹی بینش کیلئے کہا۔

جی میں ابھی بینش کو لے کر آتی ہوں وہ اپنے کمرے میں ہوم ورک کر رہی ہے۔

السلام علیکم ابو! بینش نے لاؤنچ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

وعلیکم السلام! کیسی ہے میری بیٹی رضا صاحب نے بینش کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

جی ابو! اللہ کا شکر ہے۔

ہاں تو بچو! آج میں آپ کو سیدنا زکریا علیہ السلام کا قصہ سناؤں گا۔

بنی اسرائیل میں ایک بہت عبادت گزار خاتون رہا کرتی تھیں ان کا نام حنہ تھا ان کی عمر کافی ہو چکی تھی لیکن ابھی تک اولاد کی نعمت سے محروم تھیں۔

ایک دن درخت کے سائے میں بیٹھی ہوئی تھیں انہوں نے ایک پرندے کو دیکھا جو اپنے بچے کو چونچ کے ذریعے خوراک دے رہا تھا۔ جب آپ نے ایک پرندے کی اپنی اولاد کے ساتھ یہ محبت دیکھی تو آپ کے دل میں بھی اولاد کی خواہش پیدا ہوئی آپ نے منت مانی کہ اے اللہ! اگر تو نے مجھے اولاد سے نوازا تو میں اس کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دوں گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کو ایک خوبصورت بیٹی عطا فرمائی۔ اُس زمانے میں یہ دستور تھا کہ بیت المقدس کی خدمت کیلئے صرف لڑکے کو ہی دیا جاسکتا تھا۔

اب حزنہ کو فکر ہوئی کہ وہ منت کیسے پوری کریں گی۔ کہنے لگیں:-

اے میرے رب میں نے بچی جنی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:-

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اُس نے جنا ہے۔

حضرت حزنہ نے اپنی بیٹی کا نام مریم رکھا اور اُس کی تربیت دیکھ بھال کی اور پھر جب مریم سمجھ دار ہو گئیں تو اُن کو اُن کے خالو سیدنا زکریا علیہ السلام کی نگہبانی میں دے دیا۔ سیدنا زکریا علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ میں سیدہ مریم کیلئے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔

سیدہ مریم ہر وقت اُس حجرہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرتیں یہاں تک کہ آپ کی پاکیزگی اور عبادت کا چرچا سارے بنی اسرائیل میں ہو گیا۔

حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے حجرے میں جاتے اور دیکھتے کہ موسم سرما کا موسم ہے لیکن مریم کے حجرہ میں موسم گرما کے پھل رکھے ہوئے ہیں۔ جب موسم گرما آتا تو موسم سرما کے پھل وہاں موجود ہوتے۔

آپ نے ایک دن سیدہ مریم سے پوچھا۔ مریم یہ پھل تمہارے پاس کہاں سے آتے ہیں۔

سیدہ مریم نے جواب دیا کہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے یہاں سے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پس سورہ آل عمران: ۳۷)

بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔

سیدنا زکریا علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس حجرہ میں بے موسم پھل آتے ہیں تو آپ نے وہاں دعا کی۔

”یہاں پکارا زکریا نے اپنے رب کو کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے نیک اولاد عطا فرما بے شک تو ہی سننے والا ہے۔“

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور انہیں بچی علیہ السلام کی صورت میں اولاد عطا کی۔

قرآن کریم نے اس دعا کی قبولیت کو یوں بیان فرمایا:-

”وہ ابھی حجرے میں کھڑے نماز ہی پڑھ رہے تھے کہ فرشتوں نے انہیں آواز دی کہ

بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپ کو خوشخبری سناتا ہے یحییٰ علیہ السلام کی جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ایک کلمہ کی تعریف کرے گا سردار اور ہمیشہ کیلئے عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہمارے خالص بندوں سے“

تو دیکھا بچو! آپ نے سیدنا زکریا علیہ السلام نے اسی حجرہ میں دعا مانگی جو سیدہ مریم کا تھا اور سیدہ مریم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ولیہ تھیں تو ایسی جگہ جس کی نسبت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دوستوں سے ہو اس جگہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے۔

داتا گنج بخش بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ولی ہیں تو اس جگہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی خاص رحمت کا نزول ہوتا ہے اسی لیے ہم وہاں جا کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں۔

اچھا تو پھر حضرت زکریا علیہ السلام کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بیٹے سے نوازا اور اُن کا نام بھی بتا دیا۔ عارف نے حیرت کے ساتھ کہا۔
جی ہاں بیٹا!

اچھا ابو ہمیں سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی بتائیے نا بیش نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

ہاں بیٹا ضرور لیکن کل صبح۔

جی ابو تمام بچوں نے ایک ساتھ کہا۔

فرحان، عارف اور بینش کافی بے چینی اور بے تابی سے اپنے والد کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ آج سیدنا یحییٰ علیہ السلام کا قصہ سن سکیں۔

جیسے ہی رضا گھر میں داخل ہوئے تینوں بچے رضا صاحب کے گرد جمع ہو گئے۔

بھئی بچو کو منہ ہاتھ دھو کر فریش تو ہو لینے دو اس کے بعد تم لوگ آرام سے بیٹھ کر کہانی سننا۔ میں نے تم لوگوں کیلئے فکڑ چھس اور چائے بھی تیار کر لی ہے۔

رضا صاحب کی اہلیہ نے بچوں کو پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ارے بھئی نبیلہ بیگم تم کیوں بچوں کو ڈانٹتی ڈبٹتی رہتی ہو۔ کل سے تو بچے کہانی سننے کا انتظار کر رہے ہیں۔ رضا صاحب نے بینش کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

یہ آپ ہی نے تو بگاڑا ہے انہیں میں کہانی سننے سے کب منع کر رہی ہوں؟ بس آپ کی ہی فکر ہے کہ ابھی دفتر سے ٹھکے ہوئے آئے ہیں اور بچوں نے تنگ کرنا شروع کر دیا۔

نبیلہ بیگم نے مصنوعی ناراضگی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔

اچھا بچو! اس سے پہلے کہ آپ کی اتنی جان عزیز ناراض ہوں میں ذرا منہ ہاتھ دھو کر آتا ہوں رضا صاحب نے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

منہ ہاتھ دھو کر رضا صاحب صوفے پر بیٹھ گئے اتنی دیر میں نبیلہ بیگم بھی فکڑ چھس اور چائے لے کر لاؤنج میں آ گئیں۔ ہاں بچو! تو سیدنا زکریا علیہ السلام کی دعا کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قبول فرمایا اور سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی شکل میں ایک فرزند عطا فرمایا۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے منصب نبوت پر فائز فرمایا۔ اور آپ کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو توریت کی تبلیغ کریں۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو اطاعت کا درس دینے لگے انہیں بُری باتوں سے روکتے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی فرمانبرداری کا حکم دیتے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں آپ رات دن مشغول رہتے توریت کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔

یہاں تک کہ اس حق گوئی کی وجہ سے آپ کو شہید کر دیا گیا۔

کیا؟ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نبی کو ان لوگوں نے شہید کر دیا۔ تینوں بچوں نے خوفِ خدا سے لرزتے ہوئے کہا۔

بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء کرام آئے اور انہوں نے اُن کو قتل کیا ان یہودیوں نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی تھی یہ تو بہت ہی برے لوگ ہیں! بیش نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔
جی ابو! سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو انہوں نے قتل کیوں کیا؟ عارف نے تجسس سے پوچھا۔

ہاں! ہوا یہ کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے زمانے میں فلسطین پر جو بادشاہ حکومت کرتا تھا وہ اپنی بھتیجی سے شادی کرنا چاہتا تھا اور اُسے اپنی ملکہ بنانا چاہتا تھا وہ لڑکی بھی راضی تھی اس کے گھر والے بھی اس شادی کیلئے تیار تھے۔
جب سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو اس شادی کے بارے میں علم ہوا تو آپ نے اس شادی کی بھرپور مخالفت کی اس لیے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بھتیجی سے شادی کو حرام قرار دیا ہے۔ جب آپ نے اس شادی کی مخالفت کی تو یہ آپ کی مخالفت کی خبریں ہر جگہ پھیلنے لگیں۔

جہاں دو چار افراد جمع ہوئے وہ انہی موضوعات پر بات چیت کرتے ہوئے نظر آتے۔
جب اس بات کا بہت زیادہ چرچا ہو گیا تو بچتے بچتے یہ خبر لڑکی اور اس کے گھر والوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔
لڑکی کو جب معلوم ہوا کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام اس شادی کے سب سے بڑے مخالف ہیں تو وہ اس پر سخت غضب ناک ہوئی کہ سیدنا یحییٰ علیہ السلام اُس کو بادشاہ کی ملکہ بننے سے روک رہے ہیں اُسے مال، عزت اور حکومت سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔
لہذا اُس نے آپ سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔

چنانچہ دوسرے ہی دن اُس نے خود کو خوب اچھی طرح سجا سنوار کر بادشاہ کے پاس جا پہنچی بادشاہ نے اٹھ کر ملکہ کی طرح اس کا استقبال کیا اپنے پاس اپنے تخت پر بٹھایا پھر کہنے لگا۔
بادشاہ اور اس کے درباری آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

ضرور کوئی خاص بات ہے جو آپ نے آج اپنے قدموں سے ہمارے دربار کو رونق بخشی ہے میرے لائق کوئی حکم ہو تو فرمائیے۔
لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چپ چاپ بیٹھی رہی جیسے کوئی غم اس کو لاحق ہے۔ پریشانی اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔
آنکھوں میں مگر مجھ کے آنسو دیکھ کر بادشاہ پریشان ہو گیا اور بے چینی کے ساتھ کہنے لگا آخر ہوا کیا ہے؟ مجھے بتائیں تو سہی آپ کو کس نے رُلا یا ہے۔

لڑکی اور زیادہ زور سے رونے لگی یہاں تک کہ اُس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ بادشاہ نے کہا آپ مجھے بتائیں تو سہی کس نے آپ کو رُلا یا ہے میں اس کو سخت سزا دوں گا۔ اب اس لڑکی نے کہا:-

مجھے یحییٰ نے پریشان کیا ہے۔ وہ ہر جگہ ہماری شادی کی مخالفت کر رہا ہے اور میری برائی بیان کر رہا ہے۔

بادشاہ کو سخت غصہ آگیا ماتھے پر ٹھکنیں ابھر آئیں چہرہ سرخ ہو گیا اور طیش میں تخت سے کھڑا ہو گیا تیز اور گرج دار آواز میں کہنے لگا:-

بتائیں آپ کیا چاہتی ہیں؟ میں اس کو کیا سزا دوں۔

لڑکی نے کہا اگر آپ مجھے اپنی ملکہ بنانا چاہتے ہیں تو اسے قتل کر دیا جائے۔

بادشاہ نے پوچھا۔ اور اس کے علاوہ آپ کیا چاہتی ہیں آپ کے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔

لڑکی نے کہا بس اتنا ہی کافی ہے۔

بادشاہ نے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو دربار میں طلب کیا اور تھال منگا کر اس میں آپ کو ذبح کر دیا۔

کتنا عالم بادشاہ تھا۔ فرحان نے نمناک آنکھوں کے ساتھ کہا۔

یار جوزف تم کہاں جا رہے ہو؟ فہد نے جوزف کو اسکول سے مارکیٹ کی جانب جاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔

یار فہد کل 25 دسمبر ہے کرسمس ہے اور اس دن ہماری عید ہوتی ہے مجھے مارکیٹ سے کچھ ضروری سامان لینا ہے۔
اور ہاں تم بھی کل صبح میں ہمارے یہاں آنا تمہاری خصوصی دعوت ہے۔

فہد جوزف کے ساتھ عیسائیوں کے سینٹ پیٹرکس اسکول میں پڑھتا تھا۔

دوسرے دن پچیس دسمبر کو پورے ملک میں چھٹی تھی اس لئے فہد دس بجے جوزف کے گھر چلا گیا۔

جوزف کے گھر تمام مہمان آئے ہوئے تھے جوزف کی ایک کزن ٹینا جس نے رہبانیت اختیار کر لی تھی وہ راہبہ تھی وہ بھی وہاں آئی ہوئی تھی اور انجیل کا درس دے رہی تھی۔

جوزف نے فہد کو خوش آمدید کہا اور فہد کو اپنے ساتھ ہی بٹھالیا۔

راہبہ ٹینا درس دے رہی تھی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں راہبہ بتا رہی تھی کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور ان کو یہودیوں نے سولی پر لٹکا دیا تھا اور انہیں مار دیا تھا اور نہ جانے وہ کیا کیا کہہ رہی تھی۔

فہد خاموشی سے سب کچھ سن رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں تقریب ختم ہو گئی اور فہد اپنے دوست کے گھر سے واپس لوٹ آیا۔

لیکن اس کا دماغ راہبہ ٹینا کی باتوں ہی میں الجھا ہوا تھا۔

شام کو جب فہد کے بابا آئے تو فہد کے بابا نے فہد سے پوچھا اور بیٹا آج چھٹی کا دن کیسا گزرا تو فہد نے ساری داستان اپنے بابا کو سنا دی اور اپنی ان الجھنوں کا تذکرہ بھی کیا جو جوزف کے گھر میں راہبہ ٹینا نے پیدا کی تھیں۔

فہد کی ماما بھی اس دوران ان کے ساتھ بیٹھی رہیں۔

فہد بیٹا آپ ہوم ورک مکمل کر لیں اور رات کو لائبریری میں آئیے گا تب میں آپ کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور

ان کے آسمانوں پر اٹھائے جانے کے واقعات کو تفصیل سے سناؤں گا۔

فہد ہوم ورک کرنے کیلئے وہاں سے چلا گیا۔

زنیرہ! فہد کی ممانے سے مخاطب ہوتے ہوئے شجاع صاحب نے کہا۔

ہم نے فہد کا داخلہ عیسائیوں کے اسکول میں کرا کے اچھا نہیں کیا۔

کیوں؟ فہد کی ممانے پوچھا۔

وہاں کی پڑھائی بہت اچھی ہے اور فہد کا مستقبل روشن ہونے کے امکانات زیادہ ہیں۔

ہاں اُس کا مستقبل تو شاید روشن ہو جائے لیکن اس کی آخرت اگر تباہ ہو گئی تو کیا ہو گا؟

اور فہد کی دوستی بھی اسی طرح ہی کے لڑکوں سے ہوگی اور اس کا ایمان تباہ ہو جائے گا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اس کا داخلہ کسی اور اچھے اسکول میں کرادوں گا۔

فہد کے بابا نے پر عزم انداز میں کہا۔

جیسے آپ کی مرضی آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ اگر ہم نے اس کی زندگی بنا بھی ڈالی تو اس کی عاقبت ضرور خراب ہو جائے گی لہذا بہتر ہے کہ آپ اس کو وہاں سے ہٹا کر کسی اور اسکول میں داخل کر دیں۔

فہد رات کو اپنے والد کی لائبریری میں پہنچ گیا۔

آؤ بیٹا آؤ۔

آج میں تمہیں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ سناتا ہوں۔ آپ کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ سیدہ حنہ جو سیدہ مریم کی والدہ ہیں، نے ایک منت مانی تھی کہ اُن کے جو بھی اولاد ہوگی اُس کو وہ بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیں گی۔ لہذا جب سیدہ مریم کی ولادت ہوئی تو سیدہ حنہ نے اُن کو بیت المقدس کی خدمت کیلئے وقف کر دیا اور سیدنا زکریا علیہ السلام نے اُن کی پرورش کی۔

اور سیدہ مریم بہت عبادت گزار خاتون تھیں آپ کے حجرے میں بے موسم پھل بھی آیا کرتے تھے۔

یہ سب تو آپ کو معلوم ہی ہے۔

جی ہاں بالکل! فہد نے جواب دیا۔

ایک دن سیدہ مریم اپنے حجرہ میں عبادت کر رہی تھیں کہ اُس وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جبرئیل امین کو اُن کے پاس بھیجا۔
جبرئیل امین ایک خوبصورت آدمی کی شکل میں اُن کے پاس تشریف لائے۔ سیدہ مریم اپنے حجرہ میں ایک اجنبی مرد کو
اچانک دیکھ کر خوفزدہ ہو گئیں۔

سیدہ مریم نے فرمایا:-

میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں اگر تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے۔

جبرئیل امین نے جواب دیا کہ میں انسان نہیں ہوں میں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں
اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے تاکہ میں آپ کو پاکیزہ پیٹا عطا کروں۔
جیسا کہ قرآن نے بیان فرمایا:-

”جبرئیل نے کہا میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں عطا کروں تجھے ایک پاکیزہ فرزند۔“

مریم حیرت سے بولیں (اے بندہ خدا) کیونکر ہو سکتا ہے میرے ہاں بچہ حالانکہ نہیں چھو ا کسی بشر نے اور نہ میں بد چلن ہوں۔
جبرئیل امین نے فرمایا کہ تمہاری بات درست ہے مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیلئے کچھ مشکل نہیں وہ ہر شے پر قادر ہے۔
جبرئیل امین کی بات سن کر سیدہ مریم مطمئن ہو گئیں۔ پھر جبرئیل امین نے اُن کی جانب پھونک ماری۔
جب حمل کی علامات ظاہر ہو گئیں تو آپ اپنے حجرے سے کہیں دور چلی گئیں کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ لوگ ان پر
برائی کے بہتان لگائیں گے۔

پریشانی کے اس عالم میں کہ اب بچہ کی پیدائش کے بعد لوگوں کو کیا منہ دکھاؤں گی لوگ اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ
یہ سب کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے ہوا ہے۔

اس کیفیت میں بے اختیار اپنے آپ سے کہنے لگیں۔ کاش میں مر گئی ہوتی اس سے پہلے اور بالکل فراموش کر دی گئی ہوتی۔
جب سیدہ مریم کی پریشانی بڑھ گئی تو ایک فرشتہ نے آواز دی:-

”اے مریم غمزدہ نہ ہو تیرے رب نے تیرے لیے ایک پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے اور ہلاؤ کھجور کے درخت کو

تو مرنے لگیں گی پکی ہوئی کھجوریں تم پر۔“

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد آپ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں اٹھا کر اپنی قوم کی طرف آئیں۔

جب ان لوگوں نے مریم کی گود میں ایک بچہ دیکھا تو وہ سیدہ مریم سے کہنے لگے۔

اے ہارون کی بہن! نہ تیرا باپ بُرا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بد چلن تھی پھر تم نے یہ برا کام کیوں کیا؟
سیدہ مریم نے کہا۔

میں نے آج رخصت کیلئے چُپ کا روزہ رکھا ہے میں آج کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی۔ تمہیں اگر کوئی بات کرنی ہے تو اس بچے سے کرو جو گود میں لیٹا ہوا ہے آپ نے یہ بات اشارے سے کی۔
لوگ ان کے اشارے کو سمجھ کر کہنے لگے۔

تم ہم سے مذاق کرتی ہو یہ بچہ بھلا کیسے ہم سے بات کر سکتا ہے۔
اسی وقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اس طرح بولنا شروع کیا۔

قَالَ اِنِّي عَبْدُ اللَّهِ ۖ اَتَيْتُ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۖ وَجَعَلَنِي مُزَكَّا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۖ وَ اَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ
وَ الزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ۖ وَ بَرًّا بِوَالِدَتِي ۖ وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا ۖ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ
وَ يَوْمَ اَمُوتُ وَ يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا ۖ (پ ۱۶۔ سورہ مریم: ۳۰-۳۳)

میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا کی ہے اور اس نے مجھے نبی بنایا ہے اور اس نے مجھے بابرکت کیا ہے جہاں کہیں بھی میں اور
اسی مجھے حکم دیا ہے نماز ادا کرنے کا اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ رہوں اور مجھے خدمت گزار بنایا ہے اپنی والدہ کا اور اس نے
نہیں بنایا مجھے جابر (اور) بد بخت اور سلامتی ہو مجھ پر جس روز میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے اٹھایا جائے گا
زندہ کرے۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے رسول ہیں بندے ہیں بیٹے نہیں۔
خیر ہر طرف اس معجزے کا تذکرہ ہونے لگا دور دور سے لوگ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھنے کیلئے آنے لگے۔
یہ خبر اتنی تیزی سے پھیلی کہ شام کے بادشاہ تک بھی یہ خبر جا پہنچی۔
اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس بچے کو فوراً قتل کر دو۔

لیکن ان تمام معجزات اور روشن نشانیوں کے باوجود بنی اسرائیل نے گمراہی اور سرکشی نہ چھوڑی۔ چند لوگ ایمان لائے جنہیں حواری کہا جاتا ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے مطابق تبلیغ کرتے رہے لیکن یہودی کیونکہ آپ کے دشمن ہو چکے تھے بلکہ وہ آپ سے پہلے بھی دیگر انبیاء کرام کو قتل کر چکے تھے۔

لہذا انہوں نے آپ کو بھی قتل کرنے کا منصوبہ بنالیا۔

اور اُس وقت کے بادشاہ نے ایک شخص ططیانوس کو اس کام کیلئے منتخب کیا یہ ایک منافق شخص تھا بظاہر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملتا رہتا، محبت کے دعوے کرتا اور درپردہ یہودیوں سے بھی ملا ہوا تھا۔

بادشاہ نے ططیانوس کو تیس درہم کے عوض سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کر لیا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے ناپاک منصوبے سے آگاہ کر دیا اور آپ نے اپنے ساتھیوں کو بتا دیا کہ آج مجھے فلاں شخص تیس درہم کے عوض فروخت کر دے گا۔

ططیانوس تیس درہم کے لالچ میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ کے دروازے تک آگیا۔ اپنے دیگر ساتھیوں کو اس نے گھر کے باہر کھڑا کیا اور خود اندر چلا گیا۔ ابھی وہ اندر گیا ہی تھا کہ اُس نے دیکھا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں کی طرف پرواز کر گئے ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

ططیانوس یہ منظر دیکھ کر دیر تک حیرت کا شکار رہا اور ابھی وہ اس تعجب میں ہی گرفتار گم سم کھڑا تھا کہ باہر اس کے ساتھیوں نے سمجھا کہ شاید ططیانوس اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان جھگڑا ہو گیا ہے وہ اندر جانا ہی چاہتے تھے کہ اُن کا ساتھی ططیانوس باہر آگیا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُس کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا اب یہ جیسے ہی باہر نکلا ططیانوس کے ساتھی یہ سمجھے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں انہوں نے اس کو سختی کے ساتھ پکڑ لیا یہ چلا چلا کر کہنے لگا اے لوگو! میں تمہارا ساتھی ططیانوس ہوں۔

مگر کسی نے اس کی ایک نہ سنی اور کہنے لگے اے عیسیٰ تم نے ہمارے ساتھی کو قتل کر دیا ہے اور اب ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہو یہ کہہ کر اُسے سولی پر چڑھا دیا۔

یہ خبر سنتے ہی سیدہ مریم اپنے نو مولود بیٹے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر بیت المقدس سے مصر کی طرف روانہ ہو گئیں۔

پھر تیرہ برس کا طویل عرصہ مصر ہی میں گزر گیا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر بھی تیرہ برس ہو گئی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو بیت المقدس کی جانب ہجرت کا حکم دیا۔

آپ حکم الہی کی تعمیل کرتے ہوئے بیت المقدس کی جانب روانہ ہو گئے۔

اس زمانے میں بنی اسرائیل کے حالات بہت خراب ہو چکے تھے ان میں طرح طرح کی اخلاقی بیماریاں پھیل چکی تھیں

فرقہ داریت عام ہو چکی تھی۔

انبیاء کرام کو جو لوگ قتل تک کر دیتے ہوں ان میں کون سی خوبی بھلا ہو سکتی ہے البتہ ان شریر لوگوں میں ایک گروہ

ایسا بھی تھا جس نے خود کو دین کے سپرد کر رکھا تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے دین پر قائم تھے۔

جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی عمر مبارک تیس برس کے قریب پہنچ گئی تو ان کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی کتاب انجیل عطا فرمائی اور

حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے دین کی طرف بلائیے تاکہ وہ ظلم و فساد اور فتنہ سے رک جائیں اور حق کو اختیار کر لیں۔

چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنی اسرائیل کو حق کی دعوت دینی شروع کر دی

انہیں سیدھے راستے کی طرف بلانا شروع کر دیا۔

آپ نے بنی اسرائیل سے کہا:-

اے بنی اسرائیل اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے میں اس چیز کی تصدیق کرتا ہوں

جو تورات سے پہلے تھی اور میں ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہو گا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو معجزات بھی عطا کیے تاکہ لوگ واضح نشانیاں دیکھنے کے بعد آپ پر ایمان لائیں اور

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ اگر آپ کسی بھی نابینا شخص کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تو اس کی آنکھیں واپس لوٹ آتیں۔

کوڑھی کے مریض جن کو ڈاکٹر ز جو اب دے دیتے وہ آپ کے پاس آتے اور شفا پاتے۔

تیسرا آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

اور تو اور آپ مٹی کے پرندے بناتے اور اس پر پھونک مارتے تو وہ اڑنے لگ جاتے۔

پھر آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے غیب کا علم بھی عطا کیا تھا۔

آپ بنی اسرائیل کو بتا دیتے کہ انہوں نے کیا کھایا ہے اور اپنے گھروں میں کون سی خوراک جمع کر رکھی ہے۔

اب جب اُسے سولی دے دی تو وہ یہودی بڑے پریشان ہوئے کہ اس کا چہرہ تو عیسیٰ علیہ السلام سے ملتا ہے
مگر جسم اس کا ططیانوس کا ہے اور اگر یہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں تو ططیانوس کہاں ہے؟

اور اگر یہ ططیانوس ہے تو عیسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں؟

عیسائی عرصہ دراز تک پریشان رہے یہ معاملہ اسلام نے حل کیا اور قرآن نے اس راز سے پردہ اٹھایا۔
توفہ دینا جس شخص کو سولی دی گئی تھی وہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ ططیانوس تھا۔

اب آپ کی سمجھ میں سارا واقعہ آگیا ہو گا کہ

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ اور آپ کو اللہ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا ہے۔
اور قیامت سے پہلے دجال سے مقابلے کیلئے لائے جائیں گے۔

اب آپ جا کر آرام کریں۔ آئندہ ہم آپ کو ایسی ہی اور دلچسپ قرآنی کہانیاں سنائیں گے۔

اللہ حافظ!

شب بخیر بابا!

گئے دنوں کی بات ہے بنی اسرائیل میں ایک نیک صالح بزرگ رہا کرتے تھے ان کا ایک ہی بیٹا تھا لیکن وہ ابھی کافی چھوٹا تھا کہ ان کا آخری وقت قریب آگیا۔

ان کے پاسی بچھیا تھی انہوں نے اس بچھیا کو لیا اور جنگل میں چلے گئے اور جنگل میں جا کر یہ کہہ کر بچھیا کو چھوڑ دیا کہ اے اللہ! یہ بچھیا تیرے پاس امانت ہے اور میرا بیٹا ابھی کمسن ہے جب وہ بڑا ہو جائے تو یہ بچھیا اس کو مل جائے۔
بچھیا کو جنگل میں چھوڑ کر آنے کے بعد وہ بزرگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور چند ہی دنوں میں ان کی وفات ہو گئی۔

ادھر کچھ سالوں کے بعد ان کا بیٹا بھی جوان ہو گیا یہ نہایت نیک اور صالح نوجوان تھا اور اپنی والدہ کا کہنا بھی سنا تھا انتہائی فرمانبردار اور دوسروں کے کام آنے والا نوجوان تھا۔

اس نیک نوجوان نے اپنی رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔
رات کے ایک حصے میں یہ نوجوان سوتا تھا،

دوسرے حصے میں یہ نوجوان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا،

اور رات کے تیسرے حصے میں اپنی والدہ کی خدمت کیا کرتا تھا۔

دن کے وقت یہ نوجوان جنگل میں نکل جاتا سارا دن لکڑیاں کاٹتا اور شام کو ان لکڑیوں کو بازار میں فروخت کر دیتا اور ان لکڑیوں سے جو رقم حاصل ہوتی اس رقم کے بھی تین حصے کیا کرتا تھا۔

ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کرتا،

دوسرا حصہ اپنی والدہ کو دیتا،

اور تیسرا حصہ اپنی ذات پر خرچ کرتا۔

ماں اپنے بیٹے سے بہت خوش تھی۔

ایک دن اس کی والدہ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور کہا:-

میرے پیارے بیٹے!

تمہارے والد نہایت نیک اور صالح مسلمان تھے انہوں نے مرنے سے قبل فلاں جنگل میں ایک گائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی امانت میں سوئپ دی تھی۔

اب تم اس جنگل میں جاؤ اور یوں دعا مانگو اے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسلعل علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کے خدا! میرے باپ نے جو امانت تجھے سوئپ دی تھی وہ مجھے واپس دے دے۔

لڑکے نے اپنی والدہ سے پوچھا تھی جان!

اس گائے کی نشانی کیا ہے؟

اس کی والدہ نے کہا بیٹا اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ پیلے رنگ کی ہوگی اور اس کی کھال اس طرح چمک رہی ہوگی جیسے سورج کی کرنیں اس میں سے نکل رہی ہوں۔

وہ نوجوان والدہ کی ہدایت کے مطابق اس جنگل میں گیا اور اس نے وہاں جا کر دعا مانگی:-

اے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسلعل علیہ السلام اور سیدنا اسحاق علیہ السلام کے خدا! میرے باپ نے جو امانت تجھے سوئپ دی تھی وہ مجھے واپس دے دے۔

فوراً ہی وہ گائے دوڑتی ہوئی آکر اس کے پاس کھڑی ہو گئی۔

نوجوان نے اس گائے کو پکڑا اور پکڑ کر گھر لے آیا۔

اس کی ماں نے کہا بیٹا! اس گائے کو بازار میں لے جا کر تین دینار میں فروخت کر دو لیکن بیچنے سے پہلے مجھ سے مشورہ ضرور کرنا میرے مشورے کے بغیر نہیں بیچنا۔

پیارے بچو!

یہ پرانے زمانے کی بات ہے اس زمانے میں بازار میں گائے تین دینار ہی میں فروخت ہوتی تھیں۔

بہر حال یہ نوجوان اس گائے کو منڈی میں لے گیا اور ایک جگہ اس گائے کی رسی پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اتنے میں ایک گاہک اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ بھائی کیا گائے بیچو گے؟

اس نوجوان نے کہا جی ہاں!

اس نے پوچھا کتنے میں بیچو گے؟

نوجوان نے کہا تین دینار میں مگر اپنی والدہ سے مشورے کے بعد۔

اس گاہک نے کہا اس گائے کی قیمت 6 دینار لے لو مگر اپنی والدہ سے مشورہ نہیں کرو مجھے ابھی فوراً بیچ دو۔

نوجوان نے کہا اے اجنبی! تم مجھے اس گائے کی خواہ کتنی ہی قیمت کیوں نہ دو میں والدہ کے مشورے کے بغیر ہر گز نہیں بیچوں گا۔

اس کے بعد لڑکے نے منڈی سے گھر آکر سارا ماجرا اپنی والدہ کو سنایا۔

اس نوجوان کی والدہ نے کہا کہ مجھے یہ گاہک کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

تو بیٹا! تم اس سے مشورہ کرو کہ ہم اس گائے کو ابھی فروخت کریں یا نہ کریں؟

نوجوان واپس منڈی آیا اور اس نے اس گاہک سے کہا کہ میری والدہ نے پوچھا ہے کہ آیا ہم ابھی اس گائے کو فروخت کریں یا نہ کریں؟

فرشتے نے کہا کہ تم ابھی اس گائے کو فروخت نہیں کرو عنقریب اس گائے کو موسیٰ علیہ السلام کے لوگ خریدیں گے اور تم اس کی قیمت گائے کی کھال بھر کے سونا طلب کرنا تو وہ لوگ تم کو اتنی ہی قیمت دے کر یہ گائے خریدیں گے۔

دوسری طرف بنی اسرائیل میں عجیب واقعہ رونما ہو چکا تھا۔

بنی اسرائیل میں ایک امیر شخص رہا کرتا تھا جس کا نام عامیل تھا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کو بڑی دولت سے نوازا تھا اس کا بھتیجا اس انتظار میں تھا کہ چچا مرے اور وہ اس کے وارث بن کر اس کی دولت حاصل کر لے ایک دن اس نے کہا کہ کون اتنا انتظار کرے کیوں نہ اپنے چچا کو خود ہی ٹھکانے لگا دیں دولت کے لالچ میں آکر اس نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا اور اس کی لاش کو راتوں رات ایک دیرانے میں پھینک آئے۔

دوسرے دن عامیل کی لاش دیکھ کر شدید خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔

لوگ پریشان ہو گئے کہ عامل کو کس نے قتل کیا ہے؟

جب عامل کے بھتیجے نے دیکھا کہ اس کے چچا کی لاش مل گئی ہے تو اس نے بھی جھوٹ موٹ کارونا شروع کر دیا۔

کبھی سر پینٹا، کبھی ماتم کرتا اور کہتا کہ میرے پیارے چچا کو کس نے قتل کیا ہے؟

یہ کبھی کسی پر الزام عائد کرتے اور کبھی کسی پر اور یوں لڑائی جھگڑا بڑھ گیا۔

کسی نے کہا کہ تم آپس میں کیوں لڑتے ہو؟

اللہ کے نبی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ انہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے علم غیب عطا کیا ہے وہ تمہیں بتا دیں گے کہ

تمہارے چچا کو کس نے قتل کیا ہے؟

چنانچہ یہ نہ چاہتے ہوئے بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے:-

اے موسیٰ! ہمیں بتائیے کہ ہمارے چچا کو کس نے قتل کیا ہے؟

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ تم ایک گائے ذبح کرو اور اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مرنے والے پر مارو

وہ لاش خود بتا دے گی کہ اس کو کس نے قتل کیا ہے؟

وہ کہنے لگے:-

قَالُوا أَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۖ (پ۔ ا۔ سورہ بقرہ: ۶۷)

وہ بولے کہ کیا آپ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (پ۔ ا۔ سورہ بقرہ: ۶۷)

آپ نے کہا میں پناہ مانگتا ہوں خدا سے کہ میں شامل ہو جاؤں جاہلوں کے گروہ سے۔

حکم خداوندی بتاتے وقت مذاق کرنا تو جاہلوں کا شیوہ ہے اور نبی کا مقام و مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہوتا ہے لہذا ان سے

اس قسم کے مذاق کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اور مردے زندہ ہو گئے

یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنی اسرائیل میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے تیسرے خلیفہ سیدنا حزقیل علیہ السلام تبلیغ کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔

ہوا یہ کہ بنی اسرائیل کی ایک بستی میں طاعون کی بیماری پھیل گئی اور لوگ کثرت سے مرنے لگے تو کچھ لوگ جو مالدار تھے انہوں نے اس بستی سے ہجرت کر لی اور دوسری جگہ پر جا کر رہنے لگے۔

جب طاعون کا مرض ختم ہو گیا تو یہ تمام لوگ واپس آ گئے اور پھر سے بستی میں رہنے لگے۔

اب بستی میں جو لوگ آباد تھے ان میں سے کچھ مر گئے اور کچھ بچ گئے جو لوگ باقی رہ گئے تھے انہوں نے کہا کہ اگر اگلی دفعہ بھی طاعون آیا تو ہم لوگ بھی ان کے ساتھ ہجرت کر جائیں گے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ آئندہ سال پھر طاعون کے مرض نے اس بستی کو گھیر لیا۔

اب یہ تمام افراد کہنے لگے کہ ہم سب کو یہ بستی چھوڑ دینی چاہیے اور موت کے خوف سے وہ لوگ اس بستی سے نکل گئے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان کی یہ بات پسند نہیں آئی چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک عذاب کے فرشتے کو اس جگہ بھیجا جس وادی میں یہ لوگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

اس فرشتے نے ایک زوردار چیخ کے ساتھ کہا: ”موتو“ یعنی تم سب مر جاؤ اس مہیب اور بھیانک چیخ کو سن کر سب کے سب بغیر کسی بیماری کے مر گئے۔

ان کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی ایک روایت ہے کہ ان کی تعداد ستر ہزار تھی۔

غرض یہ کہ اتنے سارے افراد کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا لہذا اس وادی کے اس پاس جو لوگ رہا کرتے تھے وہ پریشان ہو گئے کہ یہ بدبو کہاں سے آرہی ہے؟

جب بدبو کا سراغ لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ تو عذابِ الہی سے مر چکے ہیں۔

اتنے سارے افراد کو دفن کرنا بھی ممکن نہیں تھا۔

لہذا ان لوگوں نے چاروں طرف ایک دیوار اٹھادی تاکہ ان کی لاشوں کو جنگلی جانور نہ کھائیں۔

وہ لوگ کیونکہ خود بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ قاتل کا ہتھ لگے کہنے لگے کہ یہ بتائیے گائے کیسی ہو؟
سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ گائے ایسی ہو جو نہ بالکل بوڑھی ہو اور نہ بالکل چھوٹی بلکہ درمیانی عمر کی ہو۔
اب یہ پھر کہنے لگے آپ اپنے رب سے یہ بھی معلوم کر کے بتائیے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو؟
سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسی گائے ہوں جو خوب گہرے پیلے رنگ کی ہو اور دیکھنے والے کو اچھی لگے۔
پھر کہنے لگے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہ آپ اپنے رب سے کہیں کہ صاف صاف بتائے کہ ہمارے لیے گائے کیسی ہونی چاہئے؟
کیونکہ گائے مشتبہ ہو گئی ہے ہم پر اور اللہ نے چاہا تو ہم گائے کو ضرور ڈھونڈ لیں گے۔
سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے وہ گائے ایسی ہو جس سے خدمت نہیں لی گئی ہو کہ ہل چلائے زمین میں اور نہ پانی دے کھیتوں کو
بے عیب ہو بے داغ ہو۔

جب موسیٰ علیہ السلام نے گائے کی تمام خصوصیات بیان کر دیں اور کوئی سوال ایسا باقی نہیں بچا جو یہ پوچھتے تو عاجز آکر
سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔
اب لائے آپ صحیح بات۔

پھر یہ لوگ گائے کی منڈی چلے گئے تاکہ وہ گائے خرید سکیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بتائی ہے اور منڈی میں وہی نوجوان
لہنی گائے لیے کھڑا ہوا تھا اس سے جب انہوں نے قیمت پوچھی تو اس نوجوان نے وہی قیمت بتائی جو فرشتے نے اسے بتائی تھی کہ
اس کی کھال کے برابر سونا دو گے تو بیچوں گا۔

یہ لوگ واپس موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ایسی گائے تو ہمیں مل گئی ہے لیکن وہ نوجوان اس کی قیمت
بہت زیادہ طلب کر رہا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے خود اپنے اوپر یہ سختی کی ہے اب اس کی منہ مانگی قیمت دو۔

یعنی تم نے خواہ مخواہ سوالات کیے کہ گائے کیسی ہو؟ اس کا رنگ کیسا ہو؟ اس نے ہل چلایا ہو یا نہ چلایا ہو؟ وغیرہ وغیرہ۔

اب جب تم یہ حجت اور بحث کر چکے ہو، تو یہ سختی تو تم نے اپنے آپ پر خود کی ہے لہذا اس کی منہ مانگی قیمت دو۔

لہذا انہوں نے اس گائے کی کھال کے برابر سونا دے کر وہ گائے خرید لی اور اس کو ذبح کیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا اس مقتول کو مارو تو یہ خود بتا دے گا کہ اس کو کس نے

قتل کیا ہے۔

جب اس گائے کے گوشت کا ٹکڑا اس مقتول کو مارا گیا تو وہ لاش زندہ ہو گئی اور اس نے اپنے قاتل کا بتا دیا کہ

مجھے میرے بھتیجے نے جائیداد کے لالچ میں قتل کیا ہے۔ اور پھر وہ دوبارہ مر گیا۔

قاتل وہی تھا جس نے قاتل کی گرفتاری کا مطالبہ کیا تھا لہذا اس کو اس کے جرم کی پاداش میں قتل کر دیا گیا۔

کچھ عرصے کے بعد سیدنا حزقیل علیہ السلام کا گزر اس وادی کے پاس سے ہوا تو اپنی قوم کے ستر ہزار افراد کی بے گور و کفن لاشوں کو دیکھ کر رنجیدہ ہو گئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ

اے اللہ! یہ میری قوم کے افراد تھے جو اپنی نادانی سے یہ غلطی کر بیٹھے کہ موت کے ڈر سے شہر چھوڑ کر جنگل میں آ گئے یہ سب میرے شہر کے باشندے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ

اے حزقیل آپ ان ہڈیوں سے فرما دیجئے کہ اے ہڈیو! بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اکٹھی ہو جاؤ۔ یہ سن کر بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور تمام ہڈیوں نے جڑ کر ڈھانچے کی شکل اختیار کر لی اور ستر ہزار افراد کے ڈھانچے کھڑے ہو گئے۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وحی فرمائی:-

اے حزقیل آپ ان ڈھانچوں سے کہہ دیجئے کہ اے ڈھانچو! تم کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ گوشت پہن لو۔ یہ سنتے ہی تمام ڈھانچوں پر گوشت پوست چڑھ گیا۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ

اے حزقیل اب ان سے کہو کہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر کھڑے ہو جاؤ۔

چنانچہ جیسے ہی آپ نے فرمایا تمام لوگ زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے اور سب کی زبانوں پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حمد و ثناء کے نغمے

جاری تھے۔

پھر یہ سب لوگ اس وادی سے نکل کر واپس اپنے شہر میں آکر آباد ہو گئے اور اپنی طبعی عمر تک جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کیلئے لکھ دی تھی زندہ رہے۔

لیکن ان لوگوں پر اس موت سے ایک اتنا نشان باقی رہ گیا کہ ان کی اولاد کے جسموں سے بدبو آتی تھی اور یہ لوگ جو بھی کپڑا پہنتے وہ کفن کی صورت میں ہو جایا کرتا تھا۔

قرآن کریم نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا:-

الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۖ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ۖ ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٤﴾ (پ۔ سورہ بقرہ: ۶۴)

اے محبوب کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے ڈر سے نکل بھاگے تھے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان سے فرمادیا کہ تم سب مر جاؤ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں زندہ فرما دیا بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔

بارہ ہزار یہودی بندر بن گئے

سیدنا داؤد علیہ السلام کی قوم کے ستر ہزار افراد سمندر کے کنارے ایلہ نامی بستی میں رہا کرتے تھے۔

ان لوگوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ہر نعمت سے نوازا تھا لیکن جیسے ہی راحت و سکون آیا تو وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی یاد سے بھی غافل ہو گئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کو پس پشت ڈالنے لگے۔

ہوا یہ کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں یہ حکم دیا تھا کہ ہفتہ کے دن شکار نہ کیا کریں اتوار سے لے کر جمعہ تک جتنا چاہو شکار کرو مگر ہفتہ کے دن نہیں کرنا۔

اب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کا امتحان لیا۔

ہوتا یہ کہ یہ لوگ اتوار سے لے کر جمعہ تک شکار کیلئے نکلتے لیکن ان کے ہاتھ شکار معمول سے بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر ہاتھ آتا اور ہفتہ کے دن جب یہ سمندر کے کنارے جاتے تو دیکھتے کہ آج تو بڑی بڑی مچھلیاں سمندر کے اوپر تیر رہی ہیں اور ان مچھلیوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی۔

قرآن کریم نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا۔

وَسَخَّرْنَا لَهَا غُلَامًا مِّنَ آلِ إِمْرَأَانَ إِذْ يَسْتَفِئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۖ (پ ۹۔ سورہ اعراف: ۷)

اور پوچھو ان سے حال اس بستی کا جو آباد تھی ساحل سمندر پر جب کہ وہ حد سے بڑھنے لگے ہفتہ (کے حکم کے بارے) میں، جب آیا کرتیں ان کے پاس ان کی مچھلیاں ان کے ہفتہ کے دن پانی پر تیرتی ہوئی اور جو دن ہفتہ کا نہ ہوتا تو وہ نہ آتیں ان کے پاس (اس طرح بے دھوک) ہم نے آزمائش میں ڈالا انہیں بہ سبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔

اسی طرح معاملہ چلتا رہا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں زیادہ ہوتیں اور پھر غروب آفتاب کے وقت آئندہ ہفتہ تک کیلئے غائب ہو جاتیں یعنی کم ہو جاتیں۔

اسی بستی میں ایک شخص کو شیطان نے ورغلا یا کہ تم پریشان کیوں ہوتے ہو میں تمہیں ایک حیلہ بتا دیتا ہوں تم ایسا کر لیا کرنا ہفتہ کی حرمت بھی قائم رہے گی اور تمہیں مچھلی بھی مل جائے گی۔

شیطان نے اس کو ساری ترکیب بتا دی۔

اب جب ہفتہ کا دن آیا تو اس نے شیطان کی بتائی ہوئی ترکیب پر عمل شروع کر دیا شکار کا سامان لے کر یہ شخص سمندر کے کنارے چلا گیا اور اس نے کاٹا لگا کر ڈوری سمندر میں ڈال دی ہفتہ کے دن مچھلی اس ڈور میں پھنس گئی اس شخص نے ہفتہ کے دن تو اسے نہیں نکالا لیکن جیسے ہی اگلے دن اتوار آیا تو اس نے وہ مچھلی جو اس کی ڈور میں پھنسی ہوئی تھی نکال لی اور گھر لا کر بھون کر کھانے لگا۔

جب اس پڑوس کے لوگوں نے مچھلی کی خوشبو سونگھی تو سب لوگ اس کے پاس آگئے اور پوچھنے لگے کہ بھی تمہارے پاس مچھلی کہاں سے آئی؟ اس نے کہا کہ میں یہ مچھلی آج اتوار والے دن پکڑی ہے خیر لوگ چلے گئے۔

اگلے ہفتے کو اس شخص نے پھر وہی حیلہ کیا جو اسے شیطان نے سکھایا تھا جب مچھلی کی خوشبو اس پاس کے پڑوسیوں کے گھروں تک پہنچی تو وہ تمام لوگ پھر آگئے اور کہنے لگے کہ ہم تو پورا سمندر اتوار کو چھان مارتے ہیں ہمارے ہاتھ تو ایک بھی مچھلی نہیں آتی تمہیں یہ کہاں سے مل جاتی ہے؟

اس نے ان لوگوں کو بھی وہ حیلہ سکھا دیا کہ کس طرح اس نے مچھلی کا شکار کیا ہے۔

چنانچہ وہ بھی اسی طرح کرنے لگے بلکہ بعض نے تو اس کیلئے بڑی منصوبہ بندی کر ڈالی اور وہ یہ کہ انہوں نے سمندر سے نالیاں نکال کر خشکی میں چھوٹے چھوٹے تالاب بنادیئے اب جب ہفتے کے دن مچھلیاں سمندر میں آتیں تو وہ نالیوں کے ذریعے تالاب میں بھی آجاتیں جب وہ تالاب میں آجاتیں تو یہ تالاب کے منہ بند کر دیتے اور اس طرح وہ مچھلیاں واپس سمندر میں نہیں جا پاتیں بلکہ تالاب میں پھنس جاتیں اور یہ لوگ اتوار کو ان مچھلیوں کو پکڑ لیتے اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ ہفتہ کے دن ہی تو شکار ہوا جو ان کیلئے حرام تھا۔

اس بستی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ڈرنے والے مسلمان بھی موجود تھے انہوں نے انہیں سمجھایا یہ تم کیا کر رہے ہو؟

اور کیوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہو؟

لیکن وہ اس بات پر مصر رہے کہ یہ مولویت ہم کو مت دکھاؤ ہم ہفتہ کے دن کب شکار کر رہے ہیں؟ ہم تو اتوار کے دن ہی شکار کر رہے ہیں۔

اس بستی میں ان کے تین گروہ ہو گئے:-

ایک گروہ تو وہ جو ان لوگوں کو حق بات کی نصیحت کرتا،

دوسرا گروہ وہ جو ان کو برا جانتا،

تیسرا گروہ وہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی کھلے عام کرتا اور حیلے بہانے کرتا۔

پہلے گروہ نے انہیں بہت سمجھایا کہ ایسا نہیں کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھلی اقوام کی طرح اس نافرمانی کی وجہ سے تمہیں زمین میں دھنسا دیا جائے یا پھر آسمان سے تم پر پتھروں کی بارش ہو یا پھر کسی اور شکل میں تم پر عذاب آئے۔

جب وہ باز نہیں آئے تو ان کے نیک اور صالح لوگوں نے کہا کہ ہم نافرمانوں سے کوئی تعلق نہیں رکھیں گے لہذا انہوں نے بستی کو دو حصوں میں تقسیم کر لیا اور درمیان میں ایک دیوار بنالی اور اپنے آنے جانے کا راستہ بھی تبدیل کر لیا۔

دوسرے دن سب لوگ صبح صبح کام پر نکلنے لگے تو دیکھا کہ دیوار کی دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں آرہی ہے تو انہیں دیکھنے کیلئے کچھ لوگ دیوار پر چڑھ گئے۔

دوسری طرف انہوں نے عجیب منظر دیکھا کہ وہ سب کے سب بندر بن گئے ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی صورتوں کو مسخ کر دیا ہے اب باقی لوگ بھی دیوار کی اس طرف ان مجرموں کو دیکھنے کیلئے چلے گئے تو وہ بندر اپنے رشتہ داروں کو پہچانتے تھے اور ان کے کپڑوں کو سونگھتے تھے اور زار و قطار روتے تھے مگر لوگ ان بندروں کو نہیں پہچان پارہے تھے۔

بندر بن جانے والوں کی تعداد بارہ ہزار تھی یہ سب تین دن تک زندہ رہے اور ان تین دنوں میں وہ نہ کچھ کھا سکے اور نہ کچھ پی سکے اور یوں ہی بھوکے پیاسے ہلاک ہو گئے۔

ہاں وہ گروہ جو حق کی تلقین کرتا تھا اور وہ جو ان کو بُرا جان کر ان سے علیحدہ ہو گیا تھا وہ دونوں گروہ بچ گئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان دونوں گروہ کو ہلاکت سے بچا لیا۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو یوں بیان کیا ہے:-

وَإِذْ قَالَتْ أُمَةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تُعَذِّبُونَ قَوْمًا ۚ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۚ قَالُوا مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَسْقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعِزَابٍ مِّنْ بَيْنِهِمْ ۖ فَمِثْلًا عَثُوا ۚ فَلَمَّا عَسَوْا عَنْ مَّا نُفِئُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝

اور جب کہا ایک گروہ نے ان میں سے تم کیوں نصیحت کرتے ہو اس قوم کو، اللہ جنہیں ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں عذاب دینے والا ہے سخت عذاب۔ انہوں نے کہا تاکہ معذرت پیش کر سکیں تمہارے رب کے دربار میں (کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا) اور شاید ڈرنے لگیں اور پھر جب انہوں نے فراموش کر دی جو انہیں نصیحت کی گئی تھی (تو) ہم نے نجات دے دی انہیں جو روکتے تھے برائی سے اور پکڑ لیا ہم نے ان کو جنہوں نے ظلم کیا بڑے عذاب سے بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانیاں کیا کرتے تھے پھر جب انہوں نے سرکشی کی جس سے وہ روکے گئے تھے ہم نے حکم دیا انہیں کہ بن جاؤ ذلیل بندر۔ (پ ۹۔ سورہ اعراف: ۱۶۳-۱۶۶)

پیارے بچو!

ہمیں بھی ایک دوسرے کو نیک بات کی تلقین کرتے رہنا چاہئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرنا چاہئے اور ہر وقت اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے توبہ کرتے رہنا چاہئے۔

ابراہیم کیا کر رہے ہو بیٹا! ادھر آؤ۔

جی بابا جان! ابراہیم نے فرمانبرداری سے جواب دیا آج جمعہ کی نماز کے بعد ہم سب بچوں کو سیدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے لہذا سب بچوں کو بتادو۔

ابراہیم تو یہ سن کر بہت خوش ہوا جلدی جلدی اس نے یہ اطلاع اپنے بہن بھائیوں اور کزن کو فراہم کر دی جو گرمیوں کی چھٹیاں گزارنے ان کے گھر آئے ہوئے تھے۔

جمعہ کی نماز کے بعد تمام بچے عاتکہ، نازیہ، ثمالہ، دانش، محسن اور افتخار ڈرامیگ روم میں جمع ہو گئے۔

جی بابا جان! آپ نے کہا تھا کہ جمعہ کی نماز کے بعد آپ ہمیں سیدنا عزیر علیہ السلام کا قصہ سنائیں گے۔ ابراہیم نے بے تابی سے کہا۔

ہاں بیٹا بالکل سنائیں گے۔

ہاں تو بچو! یہ اس زمانے کی بات ہے جب بنی اسرائیل کی بد اعمالیاں بڑھ چکی تھیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی عام ہو چکی تھی جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر بخت نصر جیسا عالم اور کافر بادشاہ مسلط کر دیا۔

یہ بخت نصر کون تھا بابا جان! ابراہیم نے تجسس سے پوچھا۔

بیٹا یہ بخت نصر قوم عمالکہ کا بادشاہ تھا قوم عمالکہ جن کی پوجا کیا کرتی تھی ان کا ایک بہت بڑا بت تھا اس کا نام نصر تھا یہ اس کی بھی پوجا کیا کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ یہ روزانہ نصر نامی بت کے پاس پہنچ کر اس کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے تھے ایک دن جب یہ اس بت کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ ایک لاوارث بچہ اس بت کے پاس لیٹا ہوا ہے۔

اب اس بچے کا کوئی اتا پتا تو تھا نہیں کس کا بچہ ہے نہ اس کے باپ کا نام معلوم تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ اس کی ماں کون ہے؟

اس لیے لوگوں نے اس کا نام بخت نصر یعنی ”نصر کا بیٹا“ رکھ دیا بڑے ہو کر یہ لڑکا بڑا عالم و سفاک بادشاہ بنا۔

میں بتا رہا تھا کہ جب بنی اسرائیل کی بد اعمالیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان پر بخت نصر جیسے عالم اور کافر بادشاہ کو ان پر مسلط کر دیا اور ہوا یہ کہ بخت نصر نے اپنی چھ لاکھ کی فوج کو لیا اور بیت المقدس پر حملہ کر دیا۔ اور شہر کے ایک لاکھ افراد کو قتل کر ڈالا۔

ایک لاکھ افراد کو ملک شام میں ادھر ادھر بکھیر دیا۔

اور ایک لاکھ افراد کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا اور بیت المقدس کو مکمل ویران کر ڈالا۔

ان قیدیوں میں سیدنا عزیر علیہ السلام اور حضرت دانیال علیہ السلام بھی شامل تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام اس وقت کسن تھے۔ کچھ عرصے کے بعد سیدنا عزیر علیہ السلام بخت نصر کی قید سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے اور ایک گدھے پر سوار ہو کر اپنے شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔

شہر کی ویرانی اور بربادی کو دیکھ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

شہر کے چاروں طرف چکر لگایا لیکن انہیں وہاں کوئی بھی انسان نہیں دکھائی دیا

ہاں! اور یہ دیکھا کہ وہاں جو درخت لگے ہوئے ہیں ان پر پھل آئے ہوئے ہیں مگر ان پھلوں کو کوئی توڑنے والا نہیں ہے۔

یہ منظر دیکھ کر آپ نے نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ فرمایا:-

اَنِّیْ یٰحٰی ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعَثَ مَوْتِہَا ۚ (پس سورہ بقرہ: ۲۵۹)

کیسے زندہ فرمائے گا ایسی ویرانی و بربادی کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں کیسے آباد کرے گا۔

پھر آپ نے کچھ پھلوں کو توڑ کر تناول فرمایا اور انگوروں کو نچوڑ کر اس کا شیرہ نوش فرمایا پھر بچے ہوئے پھلوں کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا اور بچے ہوئے انگور کے شیرہ کو اپنے مشکیزے میں ڈال لیا اور اپنے گدھے کو قریب ہی ایک درخت میں ایک رسی سے باندھ دیا۔

اس کے بعد ایک درخت کے نیچے لیٹ کر کے سو گئے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو درندوں پرندوں، چرندوں اور جن و انس سب کی نگاہوں سے اوجھل کر دیا کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

یہاں تک کہ ستر برس کا عرصہ گزر گیا اور ایک اور بادشاہ جس کا تعلق ملک فارس سے تھا وہ اپنے لشکر کے ساتھ اس ویرانے میں داخل ہوا اور ان تمام لوگوں کو جن کو بخت نصر نے تتر بتر کر دیا تھا یہاں لا کر دوبارہ بسا دیا اور اس طرح وہ بنی اسرائیل جو تتر بتر ہو کر ادھر ادھر بکھر چکے تھے واپس آ کر اپنے محلوں کو آباد کرنے لگے۔

اور ان لوگوں نے نئی عمارتیں تعمیر کیں نئے باغات لگائے اور شہر کو پہلے کے مقابلے میں خوبصورت اور بارونق بنا دیا جب سیدنا عزیر علیہ السلام کی وفات کو پورے سو سال گزر گئے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی شانِ کرمی سے دوبارہ زندہ فرما دیا۔ کیا سو برس کے بعد زندہ فرمایا؟ تمام بچوں نے حیرت سے کہا۔

جی ہاں! پھر سیدنا عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ کا گدھا مر چکا ہے اور اس کی ہڈیاں گل سڑ کر ادھر ادھر بکھر چکی ہیں۔ لیکن وہ پھل اور شیرہ جو سیدنا عزیر علیہ السلام کے سر پہنے رکھا ہوا تھا وہ خراب ہونے سے محفوظ رہا نہ اس کے اندر کوئی بوجھ پیدا ہوئی اور نہ ہی وہ خراب ہوا۔

پھر آپ نے دیکھا کہ آپ کے سر اور داڑھی کے بال بھی سیاہ ہی ہیں اور آپ کی عمر وہی چالیس برس ہے۔ ابھی آپ اسی حیرت میں مبتلا سوچ بچار کر رہے تھے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ سے دریافت فرمایا۔

اے عزیر! تم کتنے دنوں تک سوتے رہے؟

سیدنا عزیر علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میں صبح کے وقت سویا تھا اور اب عصر کا وقت ہو رہا ہے کہنے لگے۔ میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ سویا ہوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ

نہیں اے عزیر! تم پورے سو برس یہاں ٹھہرے رہے ہو۔

اب تم ذرا ہماری قدرت کا نظارہ دیکھو اور اپنے گدھے پر نگاہ ڈالو اس کی ہڈیاں گل سڑ کر بکھر چکی ہیں اور اپنے کھانے پینے کی چیزوں پر نظر ڈالو کہ ان میں کوئی خرابی اور بگاڑ پیدا نہیں ہوا۔

پھر ارشاد فرمایا کہ

اے عزیز! اب تم دیکھو کہ کس طرح ہم ان ہڈیوں کو اٹھا کر ان پر گوشت پوست چڑھا کر اس گدھے کو زندہ کرتے ہیں چنانچہ سیدنا عزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ اچانک بکھری ہوئی ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ایک دم تمام ہڈیاں جمع ہو کر اپنے اپنے جوڑے مل گئیں اور اس طرح گدھے کا ڈھانچہ بن گیا اور تھوڑی ہی دیر میں اس پر گوشت آگیا اور کھال بھی چڑھا دی گئی اور گدھا زندہ ہو کر اپنی بولی بولنے لگا۔

یہ دیکھ کر سیدنا عزیر علیہ السلام نے بلند آواز سے فرمایا۔

قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (پ ۳۔ سورہ بقرہ: ۲۵۹)

تو کہا میں جانتا ہوں بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

بچو! آپ نے اس واقعہ میں ایک بات نوٹ کی کہ جو شے نبی سے قریب تھی وہ باقی رہ گئی اور گدھا جو دور تھا وہ فنا ہو گیا۔
تو بس بچو!

اللہ کے نبی نے جو فرمایا جو حکم دے دیا وہ حق ہے وہ سچ ہے بس اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہنا تاکہ تم ہمیشہ باقی رہو اور اگر پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن چھوڑ دیا تو فنا ہو جاؤ گے۔
جی بابا جان! تمام بچوں نے ایک ساتھ کہا ہم اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹہ ہمیشہ اپنے گلوں میں ڈالے رکھیں گے
ان شاء اللہ۔

پھر کیا ہوا بابا جان!

ہاں پھر سیدنا عزیر علیہ السلام شہر کا دورہ فرماتے اور اُس جگہ پہنچ گئے جہاں ایک سو برس پہلے آپ کا مکان موجود تھا۔
وہاں آپ کو کسی نے بھی نہیں پہچانا۔

ہاں آپ نے وہاں ایک بوڑھی عورت کو دیکھا اور اُس سے پوچھا، کیا عزیر کا مکان یہی ہے؟
یہ عورت کافی ضعیف ہو چکی تھی اور اس نے اپنے بچپن میں سیدنا عزیر علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

اس نے حیرت سے سر اٹھایا اور دل میں کہنے لگی بھلا سو برس کے بعد عزیر کا پوچھنے والا یہاں کون آگیا؟

اُس بڑھیا نے کہا ہاں یہ عزیر ہی کا مکان ہے؟

مگر یہ سو برس کے بعد اُن کو پوچھنے والا کون آگیا؟

اُن کو تو لاپتا ہوئے پورے سو برس ہو چکے ہیں وہ بالکل لاپتا ہو چکے ہیں۔

یہ کہہ کر بڑھیا کو وہ ساری تباہی و بربادی یاد آگئی اور بخت نصر نے جو اُن پر مظالم ڈھائے تھے اور وہ سیدنا عزیر علیہ السلام کو یاد کر کے رونے لگی۔

تو آپ نے فرمایا، اے بڑی بی بی میں ہی عزیر ہوں۔

تو بڑھیا نے کہا واہ بھئی واہ! سبحان اللہ آپ عزیر بھلا کیسے ہو سکتے ہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے اپنی قدرت کاملہ سے سو سال تک نیند کی حالات میں رکھا اور سو برس کے بعد دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور میں پھر اپنے گھر آگیا ہوں۔

تو بڑھیا نے کہا کہ

سیدنا عزیر علیہ السلام تو بہت باکمال تھے اور ان کی ہر دعا مقبول ہوتی تھی۔

اگر آپ عزیر ہو تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کرو کہ وہ میری بیٹائی لوٹا دے اور میرے فالج کے اثر کو ختم کر کے مجھے شفا عطا فرما دے۔

سیدنا عزیر علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اس بوڑھی عورت کی آنکھیں بھی روشن ہو گئیں اور فالج کا اثر بھی ختم ہو گیا۔

پھر اس بوڑھی عورت نے غور سے دیکھا تو اس نے آپ کو پہچان لیا اور وہ کہنے لگی کہ

میں شہادت دیتی ہوں آپ یقیناً حضرت عزیر ہی ہیں۔

پھر وہ بڑھیا آپ کو لے کر بنی اسرائیل کے ایک محلے میں گئی اتفاق سے وہاں وہ سارے لوگ ایک ہی مجلس میں جمع تھے اور اسی مجلس میں آپ کا بیٹا بھی موجود تھا جو ایک سو اٹھارہ برس کا ہو چکا تھا اور آپ کے چند پوتے بھی اس مجلس میں موجود تھے جو سب بوڑھے ہو چکے تھے۔

بڑھیا نے سب کے سامنے شہادت دی کہ یہ سیدنا عزیر علیہ السلام ہی ہیں اور چونکہ سیدنا عزیر علیہ السلام کی ہر دعا مقبول ہوتی ہے اور دیکھ لو! ان کی دعا سے میری بیماری بھی ختم ہو گئی اور بیٹائی بھی لوٹ آئی ہے۔

لوگوں نے جب بڑھیا کو دیکھا تو حیرت تو انہیں بھی ہوئی۔

اتنے میں ان کے ایک لڑکے نے کہا کہ میرے باپ کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک کالے رنگ کا مسہ موجود تھا جو چاند کی شکل کا تھا چنانچہ آپ نے اپنا کرتا اتار کر دکھایا تو وہ مسہ موجود تھا پھر لوگوں نے کہا کہ سیدنا عزیر علیہ السلام کو پوری توریت زبانی یاد تھی اگر آپ عزیر ہیں تو زبانی توریت سنائیے۔

سیدنا عزیر علیہ السلام نے بغیر کسی جھجک کے فوراً پوری توریت زبانی سنادی۔

لیکن وہ لوگ ابھی بھی حیران و پریشان ہی تھے کیونکہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کر دیا تھا تو اس نے توریت کے سارے نسخے جلا دیئے تھے اور توریت کے چالیس ہزار عالموں کو چن چن کر قتل کر ڈالا تھا اور توریت کا کوئی بھی نسخہ ان کے پاس موجود نہیں تھا اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ سیدنا عزیر علیہ السلام نے جو توریت سنائی ہے وہ درست بھی ہے یا نہیں؟

تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میرے دادا نے مجھے بتایا تھا کہ جس دن ہم لوگوں کو بخت نصر نے گرفتار کیا تھا اس دن انہوں نے ایک ویرانے میں ایک انگور کی ٹیل کی جڑ میں توریت کی ایک جلد دفن کی تھی اگر تم لوگ میرے دادا کے انگور کی ٹیل کی نشاندہی کر دو تو میں توریت کی جلد برآمد کر لوں گا پھر ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ سیدنا عزیر علیہ السلام نے توریت کی تلاوت صحیح کی ہے یا نہیں؟

چنانچہ چند بوڑھے لوگوں نے اس جگہ کی نشاندہی کر دی جب وہاں جڑ میں تلاش کی گئی تو توریت مل گئی جب اس توریت اور سیدنا عزیر علیہ السلام کی توریت کو سنا تو اس کو حرف بحرف درست پایا۔

یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھ کر ان لوگوں نے تسلیم کر لیا کہ یہی عزیر ہیں۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے:-

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا ۚ قَالَ أَنَّىٰ يُهْدِيهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَلْ لَّبِثْتُ مِائَةَ عَامٍ فَأَنْظَرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانْظُرْ إِلَىٰ جِوَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ إِلَىٰ الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا ۖ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ ۚ قَالَ أَعْلَمْتُ أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (پس سورہ بقرہ: ۲۵۹)

یا اس (حضرت عزیر) کی طرح جو ایک بستی (بیت المقدس) پر گزرے اور وہ اپنے چھتوں کے بل گر پڑی تھی تو انہوں نے کہا کہ اس (بستی) کو اس کی موت کے بعد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیونکر نکالے گا؟ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں سو برس تک مردہ رکھا پھر ان کو زندہ فرمایا پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کتنے دن یہاں ٹھہرے تو انہوں نے کہا دن بھر ٹھہرا ہوں یا دن کا کچھ حصہ کہا بلکہ تم ٹھہرے رہے ہو سو برس بس دیکھو تم اپنے کھانے اور پینے کی طرف اب تک بونہ لایا اور اپنے گدھے کی طرف دیکھو (جس کی ہڈیاں تک سلامت نہیں رہیں) اور تاکہ ہم کرین نشانی واسطے لوگوں کے اور دیکھو گدھے کی ہڈیوں کی طرف کیسے اٹھاتے ہیں ہم ان کو پھر پہناتے ہیں ان کو ہم گوشت پس جب ان پر معاملہ ظاہر ہوا تو کہا میں جانتا ہوں بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

توبہ! یہ واقعہ تھا سیدنا عزیر علیہ السلام کا۔

برفدے زندہ ہوگئے

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک روز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔

اے اللہ! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:-

اے میرے خلیل! کیا اس پر تمہارا ایمان نہیں۔

تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی:-

اے اللہ کیوں نہیں میں تو اس پر ایمان رکھتا ہوں لیکن میری یہ تمنا ہے کہ اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں اور

عین الیقین کی منزل کو پا لوں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:-

اے میرے خلیل تم چار پرندوں کو پال لو ان کو کھلاؤ پلاؤ اور ان کو اپنے آپ سے خوب مانوس کر لو۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے چار مختلف پرندے گدھ، مور، کبوتر، اور مرغ لے لیے ان کو خوب کھلایا پلایا یہاں تک کہ

وہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے خوب مانوس ہو گئے۔

پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا:-

انہیں ذبح کرو اور ان کا قیمہ بنا لو اور ان چاروں پرندوں کے گوشت کو آپس میں ملا کر چار مختلف پہاڑوں پر رکھ دو۔

اور پھر ان پرندوں کو پکارو تو وہ دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے اور تم مردوں کے زندہ ہونے کا منظر

اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔

چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ان چار پرندوں مرغ، کبوتر، مور اور گدھ کو ذبح کیا اور ان کا گوشت آپس میں ملا دیا اور ان چار پرندوں کے سروں کو اپنے پاس رکھ لیا اور چاروں پرندوں کے گوشت کا قیمہ بنا کر قریب کی چار پہاڑوں پر رکھ دیا اور دور سے کھڑے ہو کر پکارا:-

یا ایہا لدیک اے مرغ

یا ایہا الحمامۃ اے کبوتر

یا ایہا لنز اے گدھ

یا ایہا الطائوس اے مور

آپ کی ایک پکار پر ایک دم پہاڑوں پر سے گوشت کا قیمہ اڑنا شروع ہو گیا اور ہر پرندے کا گوشت پوست ہڈی اور پر الگ ہو کر چار پرندے تیار ہو گئے اور وہ چاروں پرندے بلا سروں کے دوڑتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور اپنے سروں سے آکر جڑ گئے اور دانہ چکنے لگے اور اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے۔

اس واقعہ کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا:-

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ ۖ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۖ قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قُلُوبِي ۖ قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ إِلَيْنَا ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا ۚ وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٦٠﴾ (پ ۳ سورہ بقرہ: ۲۶۰)

اور یاد کرو! جب عرض کی ابراہیم نے اے میرے پروردگار! دکھا مجھے کہ تو کیسے زندہ فرماتا ہے مردوں کو فرمایا (اے ابراہیم) کیا تم اس پر یقین نہیں رکھتے عرض کی ایمان تو ہے لیکن (یہ سوال اسلئے ہے) تاکہ مطمئن ہو جائے میرا دل، فرمایا پکڑ لے چار پرندے پھر مانوس کر لے انہیں اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا پھر بلاؤ انہیں چلے آئیں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے اور جان لے یقیناً اللہ سبحانہ و تعالیٰ سب پر غالب ہے بڑا دانہ ہے۔

انیسہ ملک یس مس

وقار احمد یس مس

شیم عاطف یس مس

انیقہ مس نے ایک نظر شیم کو دیکھا اور پھر پوچھا۔

شیم آپ کل غیر حاضر کیوں تھے؟

مس کل ہمارے علاقے میں دو آدمیوں کو نامعلوم افراد نے فائرنگ سے قتل کر دیا تھا جس کی وجہ سے سارا علاقہ اور ٹرانسپورٹ بند تھی اس وجہ سے میں نہیں آسکا۔

شیم عاطف نے اپنے اسکول نہ آنے کی وجہ مس کو بتادی۔

اچھا بیٹھ جائیے!

اس بد امنی اور قتل و غارت گری نے جہاں روزگار کو تباہ کیا ہے وہیں اس ملک میں بچوں کی پڑھائی بھی تباہ ہو کر رہ گئی ہے۔
مس انیقہ نے رجسٹر پر دوبارہ نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

لیکن مس انسانوں میں یہ قتل و غارت گری کا سلسلہ شروع کیسے ہوا؟ حنانے انیقہ مس سے سوال کیا۔

جی ہینا میں پہلے حاضری لے لوں پھر آپ کو یہ واقعہ سناتی ہوں۔

انیقہ مس نے حاضری مکمل کی تو پوری کلاس اس واقعہ کو سننے کیلئے بے چین ہو گئی۔

انیقہ مس نے ان کی بے تابی کو محسوس کر لیا اور پھر انہوں نے از خود کہانی شروع کر دی۔

پیارے بچو!

آپ کو تو معلوم ہے اس دنیا میں سب سے پہلے سیدنا آدم علیہ السلام نے قدم رکھا اور ہم سب سیدنا آدم علیہ السلام کی ہی اولاد ہیں اس وقت جب دنیا کا پہلا قتل ہوا وہ سیدنا آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا ہوا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں دو بیٹے ہابیل اور قابیل بھی تھے۔

قابیل بڑا تھا اور ہابیل چھوٹا۔

قابیل کھیتی باڑی کرتا تھا اور ہابیل بکریاں چراتا تھا۔

قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام اقلیمہ تھا یہ بہت حسین و جمیل تھی۔

اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی کا نام لیوذا تھا اور یہ خوبصورتی میں اقلیمہ سے کچھ کم تھی۔

سیدنا آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق اقلیمہ قابیل کی بہن تھی اور لیوذا ہابیل کی بہن تھی۔

لہذا قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن لیوذا سے ہونا تھا اور ہابیل کا نکاح اقلیمہ سے ہونا تھا۔

لیکن قابیل نے کہا کہ وہ نکاح اقلیمہ سے ہی کرے گا۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے اسے سمجھایا مگر وہ ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آیا۔

تب سیدنا آدم علیہ السلام نے قابیل اور ہابیل سے کہا کہ تم دونوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں قربانی پیش کرو جو اقلیمہ کا حقیقی حق دار ہو گا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی قربانی کو قبول فرمائے گا۔

اس زمانے میں قربانی کی مقبولیت کی یہ نشانی ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ اتر کر اس کو کھالیا کرتی تھی اور جو قبول نہیں ہوتا تھا آگ اس کو نہیں کھاتی تھی۔

قابیل چونکہ کھیتی باڑی کرتا تھا لہذا اس نے ایک گیہوں کی بالیوں کا ایک گٹھر قربانی کیلئے پیش کیا۔

اور ہابیل چونکہ مویشی پالتا تھا لہذا اس نے ایک بکری کی قربانی پیش کی۔

آسمانی آگ نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا اور قابیل کے گیہوں کے گٹھر کو چھوڑ دیا۔

قابیل کے دل میں بغض و حسد پیدا ہو گیا اور اس نے ہابیل کو قتل کرنے کی دھمکی دی۔

ہابیل نے کہا بھائی جان! اب تو یہ معاملہ طے ہو گیا ہے اللہ کی جانب سے بھی فیصلہ آ گیا ہے اور تم اللہ سے ڈرو!

اور اگر تم مجھے قتل کرو گے تو میں تم پر اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ کیونکہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

اس واقعہ کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:-

وَإِنلُ عَلَیْهِمْ نَبَأُ ابْنِیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبٰنًا فَتَقَبَّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمۡ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ
قَالَ لَا قُوَّةَ لَكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ؕ لَیِّنٌۢ بِسُطِّ اِلَیْكَ لِتَقْضٰی مَا اَنَا بِبَاسِطٍ فِیْهِ
اِلَیْكَ لَا قُوَّةَ لَكَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْا بِاِثْمِیْ وَاِثْمُكَ فَتَكُوْنُ مِنْ اَصْحٰبِ
النَّارِ ؕ وَذٰلِكَ جَزَآؤُ الظّٰلِمِیْنَ ؕ (پ ۶- سورہ مائدہ: ۲۷-۲۹)

اور انہیں پڑھ کر سنا! آدم کے بیٹوں کی سچی خبر جب دونوں نے ایک ایک نیاز پیش کی تو ایک قبول ہوئی بولا قسم ہے میں تجھے قتل کر دوں گا ہابیل نے کہا اللہ اسی سے قبول کرتا ہے جسے ڈر ہے بے شک اگر تو اپنا ہاتھ مجھ پر بڑھائے گا کہ مجھے قتل کرے تو میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو مالک ہے سارے جہان کا میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا اور تیرا گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑیں تو دوزخی ہو جائے اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔

قائیل تو حسد کی آگ میں جل رہا تھا بھلا اسے یہ نصیحت کب اثر کرتی۔
اس وقت تو قائیل وہاں سے چلا گیا لیکن ہابیل کو مارنے کی تدبیر کرنے لگا۔
شیطان لعین تو ابتداء سے ہی انسان کا دشمن ہے اس نے قائیل کو قتل کرنے کی راہ یہ دکھائی کہ
اس نے ایک پرندے کو پکڑا اور اس کا سرا ایک پتھر پر رکھ کر دوسرے پتھر سے کچل دیا۔
قائیل کو معلوم چل گیا کہ قتل کس طرح کرتا ہے۔

ہابیل چونکہ بکریاں چراتا تھا ایک دن وہ درخت کے سائے تلے آرام کر رہا تھا تو قائیل نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر
ہابیل کے سر پر مار کر انہیں قتل کر ڈالا اس وقت ہابیل کی عمر بیس سال تھی۔
جب قائیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تو اس کی عقل زائل ہو گئی سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو گئی۔
قرآن نے اس قتل کے واقعہ کو یوں بیان فرمایا:-

فَطَوَّعَتْ لَہٗ نَفْسُہٗ قَتْلَ اَخِیْہِ فَقَتَّلَہٗ فَاصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ؕ (پ ۶- سورہ مائدہ: ۳۰)

تو اس کے نفس نے اسے بھائی کے قتل کا چاؤ دلایا تو اسے قتل کر دیا تو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں۔

اب بڑا پریشان ہوا کہ اس کی لاش کا کیا کرے۔

اسی طرح چھوڑ دینے میں یہ خطرہ تھا کہ درندے اس کی لاش کو کھا جائیں گے تو وہ اپنے بھائی کی لاش کو بوری میں ڈال کر پھرتا رہا یہاں تک کہ لاش بدبودار ہو گئی اسے چھپانے کا کوئی طریقہ بھی اسے نہیں آ رہا تھا بڑا پریشان ہوا کہ کروں تو کیا کروں؟ تب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دو کوئے بھیجے قاتل ان کوؤں کو دیکھ رہا تھا ان کوؤں میں سے ایک کوئے نے دوسرے کوئے کو مار ڈالا اور پھر زمین کھود کر اس میں اس کو ڈال دیا۔

اس سے قاتل کو معلوم چل گیا کہ اُسے بھی یہی کرنا چاہئے اور ندامت محسوس کرتے ہوئے کہنے لگا افسوس کہ میں تو اس کوئے جیسا بھی نہ ہو سکا۔
اس طرح اس نے اپنے بھائی کو زمین میں دفن کیا۔
قرآن نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا:-

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَهُ أَخِيهِ ۖ قَالَ يُوزِلْنِي أَعْيَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِي سَوْءَهُ أَخِي ۖ فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ﴿٣١﴾ (پ ۶۔ سورہ مائدہ: ۳۱)

تو اللہ نے ایک کوئے بھیجا زمین کریدنے لگا کہ اسے دکھائے کہ اس نے اپنے بھائی کی لاش چھپائے بولا ہائے خرابی میں اس کوئے جیسا بھی نہ ہو سکا کہ میں اپنے بھائی کی لاش کو چھپاتا تو پچھتا تا رہ گیا۔

پیارے بچو! جب قاتل نے ہاتل کو قتل کر ڈالا وہ اس سے پہلے اس کا رنگ سفید تھا لیکن قتل کے بعد اس پر پھٹکار پڑی اور اس کا سارا جسم کالا ہو گیا۔

سیدنا آدم علیہ السلام مکے گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو آپ نے پوچھا قاتل تمہارا بھائی ہاتل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں اس کا کوئی ذمہ دار تو نہیں تھا۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے فرمایا، تُو نے اُسے قتل کر یا ہے اسی لیے تیرا جسم سیاہ ہو گیا ہے۔
پیارے بچو!

کیونکہ دنیا میں پہلا قتل قاتل نے کیا تھا اب جو قتل بھی ہوتا ہے اس کا گناہ قاتل کو بھی ملتا ہے لہذا نہ برا کام کرنا چاہئے اور نہ دوسروں کو کرنے دیں۔

کیونکہ اگر آپ نے کسی برے کام کی بنیاد رکھی تو جب تک وہ برا کام ہوتا رہے گا آپ کا نامہ اعمال بھی اُس گناہ کی وجہ سے سیاہ ہوتا رہے گا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل میں بلعم باعورا نام کا ایک بہت بڑا عالم، صوفی اور پیر رہا کرتا تھا۔

اس کا تعلق تو بنی اسرائیل سے ہی تھا مگر ”جبارین“ کی بستی جو ملک شام میں واقع تھی اس میں رہتا تھا۔ اس کی بیوی کا تعلق بھی قوم جبارین سے ہی تھا۔

بلعم بن باعورا کا مقام بہت بلند و بالا تھا یہ جو دعا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مانگتا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی ہر دعا کو قبول فرمایا کرتا اسم اعظم جانتا تھا۔

اپنے گھر میں فرش پر بیٹھے بیٹھے عرش اعظم کو دیکھا کرتا تھا۔

لوگوں کو علم بھی سکھایا کرتا تھا اور ہزاروں کی تعداد میں اس کے شاگرد اس کی مجلس میں بیٹھ کر اس سے درس لیا کرتے تھے اور ان کو لکھا کرتے تھے۔

غرض یہ کہ مقام و مرتبہ ولایت میں وہ اپنے دور میں سب سے بڑے مقام پر فائز تھا۔

انہی دنوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحکم خداوندی قوم جبارین سے جہاد کرنے کیلئے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے۔ قوم جبارین کو جب یہ اطلاع ملی کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اُن سے جہاد کرنے کیلئے آرہے ہیں تو قوم کے چند سردار گھبرائے ہوئے بلعم باعورا کے پاس آئے اور کہنے لگے:-

حضرت! سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک بہت بڑا اور طاقتور لشکر لے کر ہمیں تباہ کرنے کیلئے آرہے ہیں۔

اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم لوگوں کو اس زمین سے بے دخل کر کے اپنی قوم بنی اسرائیل کو یہاں اس زمین پر بسادیں۔

اس لیے آپ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے ایسی بددعا کریں کہ وہ شکست کھا کر واپس چلے جائیں۔

اور حضرت آپ کی دعا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ رد ہی نہیں فرماتا اس لئے آپ کی دعا ضرور قبول ہو جائے گی۔

قوم کے سرداروں کی بات سن کر بلعم باعورا کانپ اٹھا اور کہنے لگا کہ تمہارا برا ہو۔

خدا کی پناہ! سیدنا موسیٰ علیہ السلام، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کلیم اور برگزیدہ رسول ہیں۔

ان کے لشکر میں مومنین، صالحین اور فرشتے موجود ہیں میں بھلا ان کے خلاف کیسے بددعا کر سکتا ہوں؟

لیکن قوم کے سردار اور دیگر لوگوں نے بہت اصرار کرنا شروع کر دیا۔

بلعم باعورا نے کہا اچھا میں استخارہ کروں گا اگر استخارہ میں جواب ہاں میں آگیا تو ضرور بددعا کروں گا۔

اب بھلا اُسے یہ اجازت کیونکر مل سکتی تھی۔

استخارہ میں بھی یہی جواب آیا کہ تمہیں بددعا کی اجازت نہیں ہے۔

خیر دوسرے دن قوم جبارین کے سردار اور دیگر لوگ بھی اس کی درس گاہ پہنچ گئے۔

بلعم باعور نے اُن سے صاف صاف کہا کہ مجھے اجازت نہیں ملی اور اگر میں نے اُن کے خلاف بددعا کی تو میرا دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔

قوم کے سرداروں نے اس کی بیوی کو قیمتی تحفے تحائف پیش کیے۔

جب بلعم باعور گھر آیا تو اُس کی بیوی نے اُسے وہ تمام قیمتی تحائف دکھائے مگر یہ اُن تحائف کو خاطر میں نہیں لایا۔

اگلے دن قوم پھر آئی اور اس سے کہا حضرت ایک مرتبہ پھر استخارہ کر لیجئے اور مزید تحفے تحائف پیش کیے اب بیوی نے بھی کہا کہ دوبارہ استخارہ کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے ناکم از کم یہ تحائف، نذرانے، ہدیئے تو ہمارے لیے حلال ہو جائیں گے۔

بلعم باعور نے مجبوراً دوبارہ استخارہ کیا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔

بلعم باعور نے لوگوں سے کہا کہ میں نے استخارہ کر لیا ہے مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

قوم کے سرداروں نے کہا اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں بددعا کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔

بیوی نے بھی سمجھایا ارے تمہارا کیا جا رہا ہے تم بددعا کر دو۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی قبول کرے یا نہ کرے یہ تحفے تحائف تو ہمارے ہو جائیں گے قوم نے کچھ اور لالچ بھی دے رکھا تھا۔

غرض اس کے اوپر حرص و ہوس اور لالچ کا بھوت بھی سوار ہو گیا اور یہ مال کے جال میں پھنس گیا۔

اور اپنی گدھی پر سوار ہو کر بددعا کیلئے چل پڑا راستہ میں اس کی گدھی بار بار واپس مڑتی اور واپس جانے کی کوشش کرتی

مگر یہ اُس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا یہاں تک کہ گدھی کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بولنے کی طاقت عطا کی۔

گدھی نے کہا افسوس! اے بلعم باعورا! تو کہاں جا رہا ہے؟

دیکھ میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر پیچھے دھکیل رہے ہیں۔

اے بلعم! حیران رہو!

کیا تو نبی کے خلاف بددعا کرے گا؟

کیا تیری زبان مومنین اور صالحین کی جماعت کے خلاف بددعا کرے گی؟

گدھی کی اس تقریر کو سن کر بھی بلعم باعورا پر کوئی اثر نہ ہوا اور وہ مزید آگے جاتا رہا یہاں تک حساب نامی پہاڑی پر چڑھ گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کی قوم کے سردار اور دیگر لوگ بھی آگئے۔

یہ بلندی سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کو بغور دیکھتا رہا۔

مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کر دی لیکن خدا کی شان کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کیلئے بددعا کرتا مگر اس کی زبان پر قوم جبارین کیلئے بددعا جاری ہو جاتی۔

جب قوم نے دیکھا کہ یہ تو ہمارے خلاف ہی بددعا کر رہا ہے تو قوم کے سرداروں نے کہا:-

اے بلعم! تو تو ہمارے خلاف ہی بددعا کر رہا ہے۔

تو اس نے کہا کہ اے میری قوم میں کیا کروں؟ میں تو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہی بددعا کر رہا ہوں مگر میری زبان سے ان کے بجائے تمہارا نام نکل رہا ہے۔

پھر اچانک ہی اس پر غضب الہی نازل ہو گیا کہ فوراً ہی اس کی زبان ٹٹک کر سینے پر آگئی۔

اس وقت بلعم باعورا نے قوم جبارین کے سرداروں سے روتے ہوئے کہا:-

افسوس! میری دنیا و آخرت دونوں برباد و غارت ہو گئے۔ میرا ایمان ضائع ہو گیا اور میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قہر و غضب میں گرفتار ہو گیا اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی۔

ہاں میں تم کو ایک چال بتا سکتا ہوں۔

قوم کے سرداروں نے کہا بتائیے۔

بلعم باعور نے کہا کہ تم اپنی قوم کی خوبصورت عورتوں کو خوب سجا سنوار کر اس لشکر میں بھیج دو۔

اور انہیں ہدایت کر دو کہ کوئی بھی اسرائیلی انہیں ہاتھ لگائے تو اس کو وہ منع نہ کرے اگر بے حیائی اس لشکر میں پھیل گئی تو وہ قوم شکست کھا جائے گی۔

کیونکہ بے حیائی جس قوم میں بھی شامل ہو جاتی ہے اس قوم کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔

چنانچہ قوم نے ویسا ہی کیا اور خوبصورت لڑکیوں کو بنی اسرائیل کے لشکر میں سجا سنوار کر بھیج دیا۔

دوسری طرف چند ناعاقبت اندیش لوگ نفس کی خواہشات میں مبتلا ہو گئے۔

اور شیطان لعین نے ان کو بے حیائی میں مشغول کر دیا۔ اس گناہ کی نحوست کا اثر یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کے اس لشکر میں طاعون کی بیماری پھوٹ پڑی۔

اور تھوڑی ہی دیر میں ستر ہزار افراد ہلاک ہو گئے اور سارا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ جس کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قلب پر بہت ہی گہرا صدمہ گزرا۔

دوسری طرف بلعم باعور اسم اعظم بھول گیا اور ایمان بھی اس کے سینے سے نکل گیا اور قرآن کریم میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی مثال کثے سے دی ہے۔

قرآن کریم میں اس واقعہ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا:-

وَإِذْ عَلَيْنَا نَبَأُ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَاقْسَلَعْ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَوِينَ ۝ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِذَا تَحَمَّلَ عَلَيْهِ يَلْهَثُ أَوْ تَرَكَهُ يَلْهَثُ ذَلِكُ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (پ ۹۔ سورہ اعراف: ۱۷۵-۱۷۶)

اے محبوب انہیں (بلعم) کے احوال سنائیے جس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ آیتوں سے صاف نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا تو وہ گمراہ ہو گیا اور اگر ہم چاہتے تو اس کی آیتوں کے سبب اوپر اٹھالیتے مگر وہ تو زمین پکڑ کر رہ گیا اور اپنی خواہشوں کا تابع ہو گیا تو یہ اس کا حال کثے کی طرح ہے کہ تو اس پر حملہ کرے جب بھی وہ زبان نکالے اور چھوڑ دے جب بھی زبان نکالے یہی حال ان لوگوں کا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں تو اے محبوب آپ لوگوں کو نصیحت سناتے رہیں تاکہ لوگ دھیان رکھیں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب فلسطین پر رومی بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا اور یہ اسلام دشمنی میں شدید اندھا ہو چکا تھا۔
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا تھا اور رومی بادشاہ اپنی سلطنت میں ہر طرف اہل ایمان کو قتل کرتا
پھر رہا تھا۔

اس رومی بادشاہ کا نام دقیا نوس تھا۔

دقیا نوس سال میں دو مرتبہ اپنی پوری سلطنت کا دورہ کرتا اور اس کی سلطنت ملک شام، فلسطین سمیت دو سو شہروں پر
مشتمل تھی۔

دقیا نوس کے دورے کا واحد مقصد یہ ہی ہوتا تھا کہ لوگوں کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وی ہوئی تعلیمات اسلام سے دور کر کے
بت پرستی کی طرف مائل کیا جائے۔ اور اپنے اس باطل مقصد کیلئے وہ ہر انتہا سے نکل جاتا تھا۔

اس نے ظلم و ستم کی انتہا کر رکھی تھی جو لوگ بت پرستی نہیں کرتے اور اسلام کو ترک نہیں کرتے دقیا نوس بادشاہ
ان لوگوں کو شدید اذیتیں دے کر ہلاک کر ڈالتا تھا لہذا کچھ لوگوں نے تو اپنے ایمان کو چھپائے رکھا کچھ نے بادشاہ کے سامنے ہتھیار
ڈال دیئے اور بت پرستی کو قبول کر لیا اور جن لوگوں نے اسلام چھوڑنے سے انکار کیا ان کو شہید کر دیا گیا۔

دقیا نوس نے اس ملک کے کونے کونے میں چھوٹے بڑے مندر بنا رکھے تھے اور ان میں مختلف نام کی دیوی یکے مجھے اور
مورتیاں بھی رکھوا دی تھیں اسی بادشاہ کی سلطنت میں افسوس نام کا شہر بھی شامل تھا۔

اس شہر میں دقیا نوس نے اپنی سلطنت کا سب سے بڑا مندر تعمیر کرایا اور اس میں ڈاکٹانامی مورتی کو دیوی بنا کر رکھ دیا۔
حسن اتفاق بنی اسرائیل کا بھی یہ بہت بڑا مرکز تھا اور بہت پختہ قسم کے مذہبی لوگ یہاں رہا کرتے تھے۔ ان کو بھی دقیا نوس
کی بت پرستی اور ظلم و ستم کا معلوم تھا اور اس کی نت نئی سفاکیوں کی داستانیں سنتے رہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے صبر و ہمت کی دعائیں
مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ دقیا نوس بادشاہ ایک دن خود اس شہر افسوس میں پہنچ گیا۔

لوگوں کو طلب کیا اور انہیں حکم دیا کہ بت کے سامنے سجدہ کریں۔

کچھ کمزور دل اور کمزور ایمان افراد تو مرتد ہو گئے کچھ نے انکار کیا تو انہیں قید کر لیا گیا۔

اور کچھ نوجوانوں کو شدید اذیتیں دے کر ہلاک کر دیا گیا۔

انہی نوجوانوں میں کچھ اعلیٰ خاندانوں کے چشم و چراغ بھی تھے ان سب کو بھی یہی حکم دیا گیا کہ وہ ان جتوں کے سامنے سجدہ کریں اور ان کے سامنے قربانی کے جانور پیش کریں اور ان کو ہمیشہ کیلئے اپنا معبود جانیں۔ ورنہ ان کو بھی قتل کر دیا جائے گا۔

یہ سب نوجوان بہت ہی خوبصورت، لمبے قد، چوڑے سینے اور صحت مند متقی اور دلیر بھی تھے انہوں نے پوری جرأت و بہادری کے ساتھ دربار میں کہا کہ ہم جھوٹے جتوں کی پوجا نہیں کر سکتے بے شک ہمارا رب سچا معبود ہے وہی آسمان و زمین کا خالق و مالک ہے۔

دقیانوس نے کہا اے نوجوانو!

مجھے تمہاری جوانی پر ترس آرہا ہے ورنہ تمہاری اس گستاخی و بیباکی کی سزا بھی اسی وقت تم کو دے دیتا۔ کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ تمہارے سامنے یہ کتنی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔

اچھا میں تم کو کل تک کی مہلت دیتا ہوں۔ تم اپنی جوانیوں پر ترس کھاؤ اپنے بوڑھے والدین کا ہی خیال کرو اور خوب سمجھ لو! ورنہ کل دربار میں تمہارا بھی یہی حشر ہو گا جو ان لاشوں کا ہے۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ کل ان لاشوں میں تمہاری لاشوں کا بھی اضافہ ہو جائے۔

یہ کہہ کر دقیانوس بادشاہ نے دربار پر غصہ کر دیا۔

جب یہ اہل ایمان دربار سے نکلے تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ ہم کچھ دنوں کیلئے کسی غار میں پناہ لے لیں جیسے ہی دقیانوس اس شہر سے واپس جائے گا ہم واپس اپنے گھروں کو لوٹ جائیں گے۔

یہ لوگ غار کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں انہیں ایک چرواہا ملا وہ بھی صاحب ایمان تھا اس نے کہا مجھے بھی ساتھ لے لو اور اس کو بادشاہ نے ابھی تک بلایا نہیں تھا چرواہا جب ان کے ساتھ شامل ہوا تو اس کا کتا بھی ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

سب نے کہا کہ اس کتے کو یہاں سے بھاگ دو ورنہ یہ بھونکے گا تو ہم سب پکڑے جائیں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کتے کو زبان بخشی اور اس نے کہا وعدہ کیا کہ وہ نہیں بھونکے گا۔

اب یہ سب لوگ غار میں پہنچ گئے۔ سب نے اپنی اپنی جیبوں میں جو بھی دینار وغیرہ تھے نکال کر اپنے ایک ساتھی تملیحا کے پاس جمع کرادیئے۔ اور عبادتِ الہی میں مصروف ہو گئے جب ذکرِ الہی سے ذرا سکون ملا تو لیٹ گئے لیٹتے کے ساتھ نیند آگئی۔ اور یہ سب افراد سو گئے۔

دوسرے دن بادشاہ نے دربار لگایا اور ان کے بارے میں دربار کے لوگوں سے پوچھا۔

بادشاہ کی فورس جگہ جگہ چھاپے مارتی رہی مگر وہ شہر میں ہوتے تو ان کے ہاتھ آتے۔

پولیس ان کے والدین کو پکڑ کر دربار میں لے آئی بادشاہ نے ان سے پوچھا بتاؤ تمہارے بیٹے کہاں ہیں؟

بتاؤ ورنہ تمہیں بھی قتل کر دیا جائے گا۔

انہوں نے کہا اے بادشاہ!

ہمیں نہیں معلوم ہم تو پہلے ہی اپنا دین چھوڑ کر تیرا دین اپنا چکے ہیں لہذا اگر ہم اپنے بچوں کو تجھ سے چھپانا چاہتے تو ہم مرتد کیوں ہوتے۔

اسی دوران کسی نے مخبری کی کہ کل ان نوجوانوں کو پہاڑ کی جانب جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے ان کے ساتھ ایک کتابھی تھا۔

بادشاہ نے اپنی پوری فورس لی اور اس غار کے دھانے پر جا پہنچا۔ جب اس نے غار میں جھانکا تو دیکھا سب سو رہے ہیں۔

بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اچھا انہیں اسی طرح سونے دو اور غار کا منہ مضبوط پتھروں سے بند کر دو تاکہ

یہ غار ہی ان کی قبر بن جائے۔

چنانچہ مستریوں نے فوراً ہی پتھروں کی دیوار تعمیر کر دی اس کے بعد سب واپس چلے گئے۔

اہل دربار میں دو خفیہ مومن بھی تھے اور انہوں نے اپنا ایمان بادشاہ سے چھپائے رکھا تھا۔ انہوں نے ایک سلور کی تختی پر

اصحابِ کہف کی تعداد ان کے نام حسب نسب اور شہر سے نکلنے کی وجہ دقیانوس کا ظلم اور مذہب پر جابرانہ رویہ اور اصحابِ کہف کا غار

میں چھپنا ان کے غار کا منہ دیوار سے بند کیا جانا۔۔۔ سارے واقعے کی مکمل تفصیل لکھ کر شاہی محل کے خزانے میں چھپا دی اور

ایک اس کی نقل بنا کر غار کے دروازے پر بھی لگا دی اور اس کو مٹی کی لپ سے چھپا دیا۔

ایک سال کے بعد ہی دقیانوس مر گیا۔

ایک بادشاہ کے بعد دوسرا بادشاہ اور ایک حکومت کے بعد دوسری حکومت بدلتی رہی یہاں تک کہ تین سو سال گزر گئے۔
یہاں تک کہ افسوس شہر پر ایک صاحب ایمان بادشاہ حکومت کرنے لگا۔
لیکن اُس وقت اُس کی مملکت میں کچھ ایسے جدت پسند پیدا ہو گئے جو قیامت کا انکار کرنے لگے۔ مرکزِ زندہ ہونے کے نظریہ کو غلط کہنے لگے۔

بادشاہ اس صورتحال میں کافی پریشان تھا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہر وقت یہ دعا کرتا رہتا تھا کہ اے اللہ ایسی کوئی نشانی ظاہر فرما کہ ان جدت پسندوں کی اصلاح ہو جائے۔

ایک دن ہوا یہ کہ ایک چرواہا اپنی بکریاں چراتے چراتے اس غار میں آپہنچا اب اُس نے سوچا کہ گرمی سردی اور بارش سے بچاؤ کیلئے کیوں نہ اس غار کو صاف کر لوں تاکہ بعد میں کبھی کام آئے اُس نے غار کے دہانے سے پتھر ہٹائے اور دروازے کو بھی صاف کیا جیسے ہی وہ غار کے اندر داخل ہوا تو فوراً ہی اُلٹے قدموں خوف کے مارے باہر نکل آیا کہ ۹، ۸ آدمی اور ایک کٹا اندر سو رہے ہیں۔

خوف کے مارے اُس نے کسی کو باہر آکر کچھ بھی نہیں بتایا۔

دوسرے دن صبح ہی صبح طلوع آفتاب کے ساتھ ہی تمام اصحابِ کہف بھی جاگ اٹھے اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے جتاؤ ہم کتنا سوئے ہیں کچھ ساتھیوں نے سورج کو دیکھا اور کہا کہ ایک ہی رات سوئے ہیں اور کچھ نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم کچھ زیادہ ہی سو گئے ہیں یعنی ایک دو دن سو گئے ہیں ان کے وہم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ہمیں سوتے ہوئے تین صدیاں بیت چکی ہیں۔ اب چونکہ جاگ گئے تھے لہذا انہیں بھوک نے بھی ستانا شروع کیا۔

تو سب کے صلاح و مشورے کے بعد انہوں نے اپنے خزانچی تملیح کو کھانا لینے کیلئے بازار بھیجا اور اُس کو نصیحت کی دیکھو حلال کا کھانا لانا گوشت ہو تو اس کو کسی مسلمان ہی نے ذبح کیا ہو کسی بت پرست کے ہاتھ کا کٹا ہوا جانور نہ ہو۔

اور کسی سے زیادہ بحث و مباحثہ میں نہ الجھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی جھگڑے میں الجھ جاؤ اور بادشاہ دقیاؤس اور اس کی فوج یہاں تک آپہنچے۔

اور دیگر نصیحتیں کر کے اُسے کھانا لینے بازار بھیج دیا۔

جب تملیحہا شہر کے قریب دقیا نوس اور اس کی فوج کا خیال کرتے ہوئے چھپتے چھپاتے بازار پہنچا تو اس نے شہر کی درود یوار پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو لکھا ہوا پایا۔

بڑا حیران ہوا اور یہ سوچ کر کہ میں کسی اور شہر میں آ گیا ہوں۔

شہر کے دوسرے دروازے پر پہنچ گیا وہاں پر بھی ایمانی باتیں درود یوار پر لکھی ہوئی تھیں۔

یہ سخت حیران و پریشان تھا کہ ایک ہی رات میں کیا ماجرا ہو گیا یہ ایک ہی رات میں کیسا انقلاب آ گیا ہے۔

اب حضرت تملیحہا سوچنے لگے یا اللہ میں سو رہا ہوں یا جاگ رہا ہوں۔ اسی شہر میں جہاں کل سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینا بھی جرم تھا اس شہر کے درود یوار پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات و اقوال لکھے ہوئے ہیں۔

پھر سوچتے ہوئے از خود ہی کہنے لگے شاید میں راستہ بھول کر کسی اور شہر میں آ گیا ہوں۔

لہذا ایک نوجوان سے پوچھا بھائی اس شہر کا نام کیا ہے؟

اس نوجوان نے بتایا کہ اس شہر کا نام آفٹون ہے۔

بڑے حیران ہوئے کہ نام تو ٹھیک ہے۔

خیر کافی دیر کھڑے رہنے کے بعد ایک ہوٹل والے کے پاس گئے اس سے کھانا خریدے اور اپنا سکہ اس کو دے دیا۔

سکہ دیکھ کر ہوٹل والا بڑا حیران ہوا۔ اس ہوٹل والے نے وہ سکہ اپنے ساتھیوں کو دکھایا لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ

اس نوجوان کو یقیناً کوئی خزانہ ہاتھ لگا ہے۔

حضرت تملیحہا سے پوچھا کہ کیا تمہارے ہاتھ کوئی خزانہ لگا ہے؟

تملیحہا نے فرمایا نہیں بھی مجھے کوئی خزانہ و زانہ نہیں ملا میں تو کل ہی اس شہر سے گیا ہوں یہ میرے پاس جو درہم ہیں

اسی شہر کے ہیں۔

کچھ لوگوں نے کہا یہ مجنون ہے اس کو چھوڑ دو۔

کچھ بوڑھے لوگ تھے انہوں نے کہا یہ سکہ آج سے دو سو، تین سو سال پرانا ہے۔ اور یہ شخص نوجوان ہے اور کہتا ہے کہ

میں اسی شہر کا ہوں اور یہ دینار اسی شہر کا ہے یا تو یہ پاگل ہے یا خزانہ چھپانے کیلئے باتیں بنا رہا ہے اس لیے اس کو پکڑ کر

حاکم شہر کے پاس لے چلو۔

لہذا سب لوگ حضرت تملیحہ کو لے کر حاکم شہر کے پاس جلوس کی شکل میں لے آئے۔

عدالت میں موجود قاضی نے حضرت تملیحہ سے کہا کہ اے نوجوان!

ہم سے کچھ مت چھپاؤ جھوٹ اور غلط بیانی سے بالکل کام نہیں لینا جو معاملہ بالکل صاف اور سچ ہو وہ بیان کرنا۔

حضرت تملیحہ نے فرمایا یہ لوگ تو مجھے پاگل سمجھ رہے ہیں لیکن میں خود حیران ہوں کہ ایک رات ہی تو گزری ہے جب دقیانوس بادشاہ نے ہم سے کہا تھا کہ یا تو بت پرستی کرو اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو ترک کرو اور یا پھر قتل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ۔

پھر خود ہی اس نے ہمیں ایک دن سوچنے کیلئے مہلت دی میں اور دیگر ساتھی اپنا ایمان بچانے کیلئے ایک غار میں چھپ گئے ابھی جب ہم صبح جاگے تو میرے دیگر ساتھیوں نے مجھے کھانا لینے کیلئے بازار بھیج دیا میرے دیگر ساتھی غار میں میرا انتظار کر رہے ہیں۔

غلاں محلے میں ہمارے گھر ہیں۔

اور ہمارے والدین کے نام یہ ہیں۔

وہی درہم ہیں جو کل ہم یہاں سے لے کر گئے تھے۔

اب جو میں شہر کے در و دیوار دیکھ رہا ہوں شہر اور لوگوں میں تبدیلی مذہب کی باتیں دیکھ اور سن رہا ہوں اس نے میری عقل کو گم کر دیا ہے۔

یہ باتیں سن کر سب لوگ انتہائی حیرت زدہ ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور کہنے لگے کہ دقیانوس نام کا بادشاہ تو ہم نے کبھی سنا ہی نہیں اور نہ ہی تمہارے والدین کے نام کا کوئی آدمی شہر میں ہے البتہ تمہارے محلہ اور گھر کا نقشہ جو تم نے سمجھایا ہے وہ ٹھیک ہے۔

قاضی نے کہا کہ لوگو! سنو!

معلوم ہوتا ہے کہ اس نوجوان کی صورت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہم کو اپنی قدرت کی کوئی نشانی دکھانا چاہتا ہے چلو سب بادشاہ کے پاس چلتے ہیں۔

تمام لوگ اور قاضی جلوس کی شکل میں بادشاہ کے دربار پہنچ گئے۔

وہاں موجود بادشاہ نے پوری داستان سنی اور حیرت زدہ ہو کر سجدہ میں گر گیا۔

اپنے عمر رسیدہ درباریوں سے کہنے لگا بتاؤ کہ کیا معاملہ ہے۔ تو بیت المال کا افسر وہ سلور دھات کی تختی لے کر آیا جس پر لکھا تھا کہ فلاں سال فلاں زمانے میں یہاں دقیاؤس کی حکومت ہوئی اور اس کے ظلم سے جان و ایمان بچا کر چند نوجوان غار میں چھپ گئے تھے جن کا دروازہ دقیاؤس بادشاہ نے پتھروں سے بند کر دیا تھا ان غار والوں کے نام یہ ہیں۔ جن میں ایک تملیحا بھی تھا۔

بادشاہ ایک مرتبہ پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر گیا کہ اس نے قیامت کے ثبوت میں ایک زندہ اور روشن دلیل عطا فرمائی۔

سارے شہر میں اس بات کا چرچا فوراً ہی ہو گیا ہر شخص تملیحا کو دیکھنے کیلئے دوڑا چلا آتا پھر بادشاہ تملیحا کو ساتھ لے کر غار کے دروازے پر پہنچا جب باقی ساتھیوں نے ایک جم غفیر کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھے کہ شاید بادشاہ کو خبر ہو گئی ہے اور یہ لشکر انہیں گرفتار کرنے کیلئے آرہا ہے۔

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یارو! اب تمہارے ایمان اور جان کے امتحان کا وقت ہے ایمان بچانا اور قتل ہونے سے نہیں ڈرنا۔

یہ کہہ کر سب ذکرِ الہی میں مشغول ہو گئے۔ تملیحا غار کے اندر داخل ہوئے اور شہر کے سارے حالات و واقعات سے آگاہ کیا۔ تمام لوگ غار سے باہر آئے بادشاہ سے ہاتھ ملایا اسے دعائیں دیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمہاری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

پھر اصحابِ کہف نے السلام و علیکم کہا اور غار کے اندر تشریف لے گئے اور اسی حالت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔

پھر اُس مسلمان بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بتادی اور سال میں ایک دن مقرر کیا تاکہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کیلئے آیا کریں۔

آج بھی مسلمان اُس مسجد میں اُن کا عرس مناتے ہیں۔

قرآن کریم نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا:-

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ۖ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّجْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۖ فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا ۖ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُم بِالْحَقِّ ۖ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَرِذْنَهُمْ هُدًى ۝ (پ ۱۵- سورہ کہف: ۹-۱۳)

کیا تمہیں معلوم ہے کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی پھر یولے اے ہمارے رب اپنے پاس سے رحمت دے اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کے سامان کر تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی برس تھپکا پھر ہم نے انہیں جگایا کہ دیکھیں (کہ اصحاب کہف کے) دو گرہوں میں کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے ہم ان کا ٹھیک ٹھیک حال تمہیں سنائیں وہ کچھ جو ان تھے کہ اپنے رب پر ایمان لائے اور ہم نے ان کی ہدایت بڑھائی۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب فرعون دریائے قلزم میں غرق ہو چکا تھا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دلا چکے تھے۔ ایک دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عرض کی اے اللہ! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ تجھ کو محبوب کون ہے؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:-

جو میرا ذکر کرتا رہے اور مجھے کبھی فراموش نہ کرے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر سوال کیا کہ

اے اللہ! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:-

جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور کبھی بھی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی کہ

اے اللہ! تیرے بندوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا:-

جو ہمیشہ اپنے علم کے ساتھ دوسروں سے علم سیکھتا رہے تاکہ اس طرح اسے کوئی ایسی بات مل جائے

جو اسے ہدایت کی طرف رہنمائی کرے یا اسے ہلاکت سے بچالے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ! اگر تیرے بندوں میں کوئی مجھ سے زیادہ علم والا ہے تو مجھے اس کا پتا بتادے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، خضر تم سے زیادہ علم والے ہی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے اللہ! میں انہیں کہاں تلاش کروں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، ساحل سمندر پر چٹان کے پاس۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا کہ میں وہاں کیسے اور کس طرح پہنچوں؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، تم ایک ٹوکری میں ایک مچھلی لے کر سفر کرو جہاں وہ مچھلی گم ہو جائے بس وہیں خضر سے

تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے محضر علیہ السلام سے ملنے کا پکا ارادہ کر لیا۔

اور اپنے خادم اور شاگرد خاص حضرت یوشع بن نون کو بھی ساتھ لے لیا اور کچھ راستے کیلئے زاد راہ بھی لے لیا تاکہ راستے میں کام آئے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے جب کافی راستہ طے کر لیا تو آپ نے ایک جگہ رک کر آرام کیا۔
بھونی ہوئی مچھلی جو تھیلی میں رکھی ہوئی تھی تڑپ کر زندہ ہو گئی اور دریا میں گر گئی اس پر سے پانی کا بہاؤ رک گیا اور پانی میں ایک محراب سی بن گئی۔

حضرت یوشع بن نون بیدار ہو چکے تھے اور مچھلی کے زندہ ہو کر دریا میں گرنے کو بھی دیکھ رہے تھے۔
لیکن یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کو بتانا بھول گئے۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آرام فرمایا تو آگے کی جانب سفر جاری رکھا۔
جب دوپہر کے وقت کھانے کا وقت ہوا تو آپ نے اپنے شاگرد حضرت یوشع بن نون سے کہا کہ وہ بھنی ہوئی مچھلی لے آؤ۔
تب یوشع بن نون نے عرض کی کہ اے اللہ کے کلیم! میں آپ کو بتانا بھول گیا تھا جس جگہ کچھ دیر قبل ہم نے آرام کیا تھا اس جگہ وہ مچھلی تڑپ کر زندہ ہو گئی اور سمندر میں کود گئی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، ہمیں اسی جگہ کی تو تلاش تھی۔
خیر وہ وہاں سے واپس اسی جگہ روانہ ہوئے جہاں مچھلی سمندر میں کودی تھی۔
وہاں پہنچ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک بزرگ کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے تھے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے تعجب سے فرمایا کہ اس زمین پر سلام کرنے والے کہاں سے آگئے
پھر حضرت علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔

تو انہوں نے دریافت کیا کون موسیٰ؟ کیا آپ بنی اسرائیل کے موسیٰ ہیں؟

تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں!

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا:-

اے موسیٰ! مجھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جس کو آپ نہیں جانتے اور آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک ایسا علم دیا ہے جو میں نہیں جانتا۔

مطلب یہ تھا کہ میں ”علم اسرار“ جانتا ہوں اور آپ ”علم الشرائع“ جانتے ہیں۔

پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے خضر! مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہو کہ میں تمہارے ساتھ رہوں تاکہ جو علم تمہیں عطا ہوا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی جانب سے میں اس سے کچھ سیکھ سکوں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ رہ لیں مگر اس شرط پر کہ آپ مجھ سے کوئی بات نہیں پوچھیں گے اس وقت تک جب تک میں خود اس بات سے آپ کو آگاہ نہیں کر دوں۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ صبر کروں گا اور تمہارے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔

قرآن کریم نے یہ واقعہ یوں بیان فرمایا:-

قَالَ ذَلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ۖ فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا اتَّبِعُهُ رِجْلًا ۖ قَالَ إِنَّا لَنَرِيكَ لَٰكِنَّا نَسْتَحْضِرُ مَعَ صَبْرًا ۖ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِط بِهِ خُبْرًا ۖ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۖ (پ ۱۵- سورہ کہف: ۶۴-۶۹)

یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے تو ان دونوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے علم لدنی عطا کیا اس سے موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو نیک بات جو تمہیں تعلیم ہوئی کہا آپ میرے ساتھ ہرگز نہ رہ سکیں گے اور اس بات پر کیونکر صبر کریں جیسے آپ کا علم محیط نہیں موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا عنقریب اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہے تو تم مجھے صابر پاؤ گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا۔

سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:-

کہا اگر آپ میرے ساتھ رہتے ہیں تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں موسیٰ علیہ السلام تو پہلے ہی کہہ چکے تھے کہ میں ان شاء اللہ صبر کروں گا اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا اس پر خضر علیہ السلام نے آپ کو ساتھ رہنے کی اجازت دے دی۔

غرض اس عہد و پیمان کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کو ساتھ لے کر سمندر کے کنارے کنارے چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ایک کشتی پر نظر پڑی۔

کشتی والے نے ان دونوں کو سوار کر لیا اور کشتی کا کرایہ بھی نہیں لیا۔
جب یہ دونوں بزرگ کشتی سے اترے تو سیدنا خضر علیہ السلام نے اس کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا۔
سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

ایک تو کشتی والے نے ہمیں کشتی میں سوار بھی کیا اور کرایہ بھی طلب نہیں کیا اور آپ نے اس کا صلہ یہ دیا کہ آپ نے اس کی کشتی کا تختہ بھی توڑ دیا یہ تو آپ نے بہت بر اکام کیا۔
سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہ رہ سکیں گے۔
موسیٰ علیہ السلام نے کہا:-

قَالَ لَا تَأْخُذْنِي بِمَا فَعَيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ﴿١٥﴾ (پ ۱۵۔ سورہ کہف: ۷۳)

کہ مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کر اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

پھر یہ حضرات آگے روانہ ہو گئے راستے میں سیدنا خضر علیہ السلام نے ایک نابالغ بچے کو دیکھا جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا تھا سیدنا خضر علیہ السلام نے اس بچے کو قتل کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے رہانہ گیا اور آپ نے فرمایا:-
کہ تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بلاشبہ تم نے بہت ہی بر اکام کر ڈالا ہے۔
سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا:-

قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿١٦﴾ (پ ۱۶۔ سورہ کہف: ۷۴)

میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:-

اچھا اب اگر میں کچھ پوچھوں تو آپ میرے ساتھ نہیں رہے گا اس میں شک نہیں کہ میری طرف سے عذر پورا ہو چکا۔

پھر اس کے بعد انہوں نے آگے چلنا شروع کر دیا یہاں تک کہ یہ لوگ ایک گاؤں میں پہنچ گئے اور گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا۔ مگر گاؤں والوں میں سے کسی نے بھی ان صالحین کی دعوت نہیں کی۔

پھر ان دونوں نے گاؤں میں ایک گرتی ہوئی دیوار پائی تو حضرت خضر علیہ السلام نے اس پر ہاتھ پھیرا اور اسے سیدھا کر دیا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام گاؤں والوں کی بد اخلاقی پر پہلے ہی بیزار تھے آپ رہ نہ سکے اور آپ نے فرمایا:- اگر آپ چاہتے تو اس کام کی مزدوری لے لیتے۔

یہ سن کر سیدنا خضر علیہ السلام نے فرمایا، اب ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ اور جن چیزوں کو دیکھ کر آپ صبر نہ کر سکے میں ان کا راز آپ کو بتا دیتا ہوں۔

➤ سب سے پہلے جو کشتی میں سے میں نے تختہ نکال دیا تھا وہ کشتی غریب لوگوں کی تھی اور اس کے ذریعہ وہ لوگ اس سے روزی کماتے تھے جب یہ لوگ واپس لوٹیں گے تو انہیں ایک ظالم بادشاہ کا سامنا کرنا پڑے گا وہ صحیح سالم کشتیوں کو چھین لیتا ہے لیکن عیب دار کشتی کو نہیں چھینتا لہذا میں نے اس کشتی کو عیب دار بنا دیا تاکہ وہ یہ کشتی نہ چھین لے اور غریب کشتی والے اپنے روزگار سے محروم نہ ہو جائیں۔

➤ اور جس لڑکے کو میں نے قتل کیا اس کے والدین بہت نیک اور صالح تھے اور یہ لڑکا بڑے ہو کر کافر ہو جاتا اور اس کے والدین کیونکہ اس سے بہت محبت کرتے ہیں تو بڑے ہو کر یہ انہیں بھی کفر میں مبتلا کر دیتا۔ اس لڑکے کی موت کی صورت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو کفر سے بچالیا۔

اب اس کے والدین صبر کریں گے اور اس صبر کے صلے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ انہیں ایک بیٹی عطا فرمائے گا جس کی شادی ایک نیک سے ہوگی اور پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بیٹی کو جو اولاد عطا کرے گا وہ بھی نیک ہوگا۔

➤ اور اس گرتی ہوئی دیوار کو سیدھا کرنے کا راز یہ تھا کہ اس دیوار کے نیچے دو یتیم بچوں کا خزانہ دفن تھا اور ان دونوں بچوں کا باپ نہایت نیک و صالح مسلمان تھا اگر ابھی یہ دیوار گر جاتی تو ان یتیموں کا خزانہ گاؤں والے نکال کر لے جاتے۔

اس لئے آپ کے پروردگار نے چاہا کہ یہ دونوں یتیم بچے جو ان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں اس لئے ابھی میں نے دیوار کو گرنے نہیں دیا۔ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ان بچوں پر مہربانی ہے اور اے موسیٰ آپ یقین و اطمینان رکھیں میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ میں نے یہ سب کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔

اس کے بعد سیدنا موسیٰ علیہ السلام اپنے وطن واپس لوٹ آئے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں قارون نام کا ایک دولت مند شخص رہا کرتا تھا اس کے پاس اتنی دولت تھی کہ کئی افراد کی جماعت مل کر اس کے خزانے کی چابیاں اٹھایا کرتی تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھی تھا اور بہت ہی خوبصورت آدمی تھا لوگ اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اس کو منور بھی کہا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ توریت کی تلاوت بھی خوش الحانی سے کیا کرتا تھا۔ لیکن جیسے ہی اس کے پاس دولت آنا شروع ہوئی یہ نہایت زرق برق لباس پہنا کرتا تھا اور شکر کرنے کے بجائے تکبر کرتا۔ قارون کے کچھ خیر خواہ بھی تھے انہوں نے قارون سے کہا یہ جو تم تکبر کرتے ہو درست نہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور جو مال اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تجھے دیا ہے اس کو بھلائی کیلئے خرچ کر اور بھلائی کا راستہ اختیار کر اور ملک میں فساد برپا نہ کر کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور اگر تو اپنی اس روش سے باز نہ آیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ تجھے سزا دے گا اور یہ سب کچھ جو تجھے دیا ہے چھین لے گا۔

ان سب لوگوں کی باتیں سن کر قارون نے کہا:-

یہ مال میں نے اپنے علم اور عقل کے زور پر حاصل کیا ہے یہ میری محنت کے نتیجے میں مجھے ملا ہے لہذا تم مجھے مت بتاؤ کہ کیا اچھا اور کیا برا ہے؟ میں تم سے زیادہ سمجھ دار ہوں۔

پھر ایک روز قارون خوب سچ دھج کر کے شان و شوکت کے ساتھ اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آیا۔

اس کی دولت کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر کچھ دنیا دار قسم کے لوگ کہنے لگے:-

قارون کتنا خوش نصیب ہے کاش ہمارے پاس بھی دولت ہوتی اور یہ آن بان ہمارے پاس بھی ہوتی۔

لیکن وہاں پر کچھ لوگ ایسے بھی موجود تھے جو بہت دین دار اور نیک تھے۔

انہوں نے ان کی سوچ پر افسوس کرتے ہوئے کہا:-

افسوس ہے تم پر! مومنوں کو جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اجر عطا فرمائے گا وہ اس ظاہری دولت کی چمک دمک سے کہیں بہتر ہے۔

اور یہ اجر تو صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔

اور جن کے پاس قوت یا مال ہوتا ہے کیا وہ تباہ نہیں ہوتے بہت سی قومیں دولت مند ہونے کے باوجود تباہ و برباد ہو گئیں۔

اگر تم اچھے کام کرو گے تو دولت اور قوت فائدہ دے گی ورنہ نہیں۔

خیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ زکوٰۃ جمع کرو۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لوگوں سے زکوٰۃ جمع کرنے کا حکم دیا۔
قارون کو بھی کہا کہ تم بھی زکوٰۃ دو۔

قارون نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں اپنے مال کا ہزارواں حصہ زکوٰۃ دوں گا۔

لیکن جب اُس نے اپنے مال کا ہزارواں حصہ نکالا تو یہ بہت زیادہ بن گیا۔ ایک دم اس پر حرص و ہوس کا بھوت سوار ہو گیا۔
وہ اس نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔

نہ صرف انکار بلکہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا دشمن بھی بن گیا اور بنی اسرائیل کے دیگر افراد کو بھی پہکانے لگا کہ
سیدنا موسیٰ علیہ السلام اس بہانے تم سے تمہارا مال چھین لینا چاہتے ہیں۔
کبھی کسی سے کہتا:-

موسیٰ علیہ السلام نماز کا حکم لائے ہم نے نماز ادا کی دیگر احکامات بھی لائے ہم اُس پر بھی عمل کرتے رہے اب وہ ہم سے
ہمارا مال لینا چاہتے ہیں یہ ہم کیسے برداشت کریں۔

کچھ لوگ قارون کی باتوں میں آگئے اور کہنے لگے ہاں یہ تو ہم بھی برداشت نہیں کر سکتے۔

اب قارون نے ایک چال چلی ایک طوائف کو اُس نے کچھ رقم دی اور کہا کہ تم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر گناہ کی تہمت لگا دو۔
دوسرے دن جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام مجمع عام میں وعظ فرما رہے تھے تو قارون نے کہا تم کون سے نیک آدمی ہو
تم بھی گناہ گار ہو اور ابھی ایک عورت آکر بتائے گی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس عورت کو سامنے بلایا اور اُس سے پوچھا اے عورت! تجھے اس اللہ کی قسم! جس نے بنی اسرائیل
کو فرعون سے نجات دی، دریا کو تمہارے لئے سلامتی کا راستہ بنایا۔ سچ بتا واقعہ کیا ہے؟

وہ عورت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قہر سے ڈر گئی اور کہنے لگی کہ قارون نے بہت بڑی رقم دے کر مجھے آپ پر بہتان لگانے کیلئے

کہا تھا۔

اُس وقت سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا اور دعا کی اے اللہ! قارون پر اپنا قہر و غضب نازل فرما۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ مجھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قارون کی طرف ویسے ہی بھیجا ہے جیسے فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ اس لئے جو شخص اس کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ اس کا ساتھ دے اور جو میرا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ قارون کو چھوڑ دے۔ آپ کے اس ارشاد پر سب لوگوں نے قارون کو چھوڑ دیا سوائے دو آدمیوں کے۔

پھر آپ نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین قارون کو پکڑ لے زمین نے ایڑیوں تک اس کو پکڑ لیا۔ یعنی ایڑیوں تک زمین میں دھنس گیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا، اے زمین اسے پکڑ لے۔

قارون گھٹنوں تک زمین میں دھنس گیا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام بدستور فرماتے رہے کہ اے زمین اسے اپنی گرفت میں لے لے۔

قارون زور زور سے کہتا رہا، اے موسیٰ، ہائے موسیٰ لیکن شدت غضب کی وجہ سے آپ نے اس کی بات پر دھیان نہیں دیا بلکہ زمین کو آخری حکم بھی دے دیا کہ اس کو مکمل اپنی گرفت میں لے لے۔ اور بالآخر یہ موسیٰ علیہ السلام کا دشمن اپنے انجام کو پہنچا اور زمین میں مکمل دھنس گیا۔

وہ دو آدمی جنہوں نے قارون کا ساتھ دیا تھا کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام نے قارون کو اسی لئے دفن دیا تاکہ اس کے مال کو اپنے قبضہ میں لے لیں تو آپ نے زمین کو حکم دیا اے زمین! قارون کا مکان اور اس کی دولت کو بھی اپنی گرفت میں لے لے۔

یوں اس کا مکان جو خالص سونے کا تھا اور اس کا سارے کا سارا خزانہ زمین میں دھنس گیا۔

بہت پرانے زمانے کی بات ہے جب شہداد نام کا بادشاہ روئے زمین پر حکومت کیا کرتا تھا۔ یہ قوم عاد کا مورث اعلیٰ تھا۔ اس کی شان و شوکت کا یہ عالم تھا کہ اس نے اپنے دور کے تمام بادشاہوں کو اپنے جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا تھا اور تمام چھوٹے بادشاہ اس کی اطاعت کیا کرتے تھے۔

اس نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نبیوں سے سن رکھا تھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک جنت بنائی ہے اُس جنت میں محلات ہیں اور وہ بھی سونے چاندی کے زمر و یاقوت کے اور وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں۔

ان آسائشات کا تذکرہ سن کر اس نے کہا کہ اس میں کیا کمال ہے ایسی جنت تو میں یہاں پر بھی بنا سکتا ہوں۔ اس نے سرکشی کرتے ہوئے اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ ایسی جنت تعمیر کرو جس میں سونے چاندی کے محلات ہوں دودھ اور شہد کی نہریں اس میں بہتی ہوں وغیرہ وغیرہ۔

دولت کی شہاد کے پاس کی تو تھی نہیں لہذا اُس نے باقاعدہ ایک بڑا شہر اس کیلئے مخصوص کر دیا۔ پھر اس شہر میں سونے اور چاندی کے محلات تعمیر کیے گئے۔ لعل اور یاقوت کے قیمتی پتھروں سے ان محلات کے ستون تیار کیے گئے۔

پتھروں کی جگہ قیمتی موتی استعمال کیے گئے۔ ہر محل کے گرد جواہرات بھری ہوئی نہریں بنائیں گئیں۔

خوبصورت درختوں سے اس شہر کو سجا دیا گیا غرض یہ کہ شہداد نے اپنے خیال کے مطابق جنت کی تمام چیزیں آسائش، خوبصورتی، زینت و عیش و عشرت کا سامان اس شہر میں جمع کر دیا۔

کچھ عرصے بعد یہ شہر مکمل ہو گیا تو بادشاہ کے وزیروں نے شہداد سے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ کی خواہش کے مطابق جنت مکمل ہو چکی ہے اب آپ اس میں اپنا قدم رکھیں اور اس شہر کو زینت بخشیں۔

شہداد اپنے وزیروں اور امراء کے ساتھ اس شہر کی طرف روانہ ہوا۔

ابھی یہ اپنی اس بنائی ہوئی جنت کے قریب ہی تھا کہ آسمان سے ایک ہولناک آواز سنائی دی۔

اور اس آواز کو سن کر اس سرکش بادشاہ شہداد اور اس کے وزیروں کے دل پھٹ گئے اور یہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔

اور شہداد اپنی بنائی ہوئی جنت کو نہ دیکھ سکا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں حضرت عبداللہ بن قلابہ اپنے کم شدہ اونٹ تلاش کرتے ہوئے صحرائے عدن سے گزر کر اس شہر میں پہنچے۔ اور اس کی تمام زینتوں اور آرائشوں کو دیکھا مگر وہاں کوئی رہنے بسنے والا انسان نہیں ملا۔ یہ تھوڑے سے جواہرات وہاں سے لے کر چلے آئے۔ جب یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن قلابہ کو بلا کر پورا حال دریافت کیا اور انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا سب کچھ بیان کر دیا۔ پھر امیر معاویہ نے ”کعب احبار“ کو بلا کر دریافت کیا کہ کیا دنیا میں کوئی ایسا شہر موجود ہے تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی آیا ہے۔ یہ شہر شداد بن عاد نے بنایا تھا لیکن یہ سب عذابِ الہی سے ہلاک ہوئے اور اس قوم میں سے کوئی آدمی بھی باقی نہیں رہا اور آپ کے زمانے میں ایک مسلمان جس کی آنکھیں نیلی، قد چھوٹا اور اس کے ابرو پر ایک تل ہو گا اپنے اونٹ کو تلاش کرتے ہوئے اس ویران شہر میں داخل ہو گا اتنے میں عبداللہ بن قلابہ آگئے تو کعب احبار نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ بخدا وہ شخص جو شداد کی بنائی ہوئی جنت کو دیکھے گا وہ یہی شخص ہے۔ (خزائن العرفان تفسیر از سورہ فجر)

جادوگر کا قریب

کسی زمانے میں ایک ملک پر کافر بادشاہ حکومت کیا کرتا تھا اس کے دربار میں ایک جادوگر تھا جو جادو کے زور پر اس کی حکومت کو سہارا دیتا تھا۔

جب جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا:-

بادشاہ سلامت! میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری موت کا وقت بھی قریب آ رہا ہے۔ مجھے ایک ایسا ذہین بچہ دیا جائے جس کو میں جادو سکھا دوں۔

بادشاہ نے ملک کے ذہین ترین لڑکوں کو جمع کیا اور ان میں سب سے زیادہ ذہین لڑکے کو جادوگر کے پاس روانہ کر دیا۔ جادوگر اس ذہین لڑکے کو تعلیم دینے لگا لڑکا اس کے پاس جاتا تو راستے میں ایک عابد کا گھر پڑتا تھا جہاں وہ عبادت کے علاوہ کبھی وعظ و نصیحت میں مشغول ہوتا ہے یہ لڑکا بھی وہیں کھڑا ہو جاتا اور اس عابد کے طریقہ عبادت کو دیکھتا اور وعظ و نصیحت کو سنتا تھا۔ عابد کے وعظ و نصیحت کو سننے کیلئے جب رکتا تو جاتے ہوئے جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا اور والہی میں رُکنے کے سبب سے گھر بھی دیر سے پہنچتا جس کی وجہ سے جادوگر بھی مارتا اور ماں بھی مارتی۔

ایک دن اس بچے نے عابد کے سامنے یہ شکایت بیان کی عابد نے کہا جب جادوگر تم سے پوچھے کیوں دیر لگ گئی تو کہنا کہ راستے میں دیر ہو جاتی ہے۔

یونہی وقت گزرتا رہا یہ لڑکا ایک طرف تو جادو سیکھتا رہا اور دوسری جانب عابد کی نیک مجلس میں بیٹھ کر دین کی تعلیم بھی حاصل کرتا رہا۔

ایک دن یہ جادوگر کے پاس جادو سیکھنے کیلئے جا رہا تھا کہ دیکھتا ہے راستہ میں ایک بہت ہییت ناک سانپ نے لوگوں کا راستہ روکا ہوا ہے اور خلق خدا پریشان ہو رہی ہے ادھر والے ادھر نہیں جاسکتے اور ادھر والے ادھر نہیں آسکتے۔

اس لڑکے نے سوچا کہ آج موقع اچھا ہے کہ میں امتحان کر لوں کہ عابد کا دین سچا ہے یا جادو گر کا۔ اس نے ایک پتھر اٹھایا اور یہ کہہ کر اس سانپ پر پھینکا کہ اے اللہ! اگر تیرے نزدیک عابد کا دین اور اس کی تعلیم جادو گر کی تعلیم سے زیادہ محبوب ہے تو اس جانور کو اس پتھر سے ہلاک کر دے تاکہ لوگوں کو اس بلا سے نجات ملے۔ پتھر لگتے ہی وہ سانپ مر گیا اور لوگوں کو اس پریشانی سے نجات عطا ہوئی۔

لڑکے نے یہ بات عابد کو جا کر بتائی۔

عابد نے اس لڑکے سے کہا! پیارے بچے تو مجھ سے افضل ہے اب خدا کی طرف سے تیری آزمائش ہوگی اگر ایسا ہو تو میری خبر نہ کرنا۔

وقت گزر رہا تھا اور اس بچے کے پاس حاجت مند لوگوں کا تانتا بندھ گیا اور اس کی دعا سے بیماروں کو شفا ملنے لگی۔ دور دور تک اس کی شہرت پھیل گئی۔

بادشاہ کا ایک وزیر ثابت تھا جب اس نے اس لڑکے کی شہرت سنی کہ وہ نابیناؤں کو بینا کر دیتا ہے تو وہ بہت سارے تحفے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اگر تم مجھے شفا دے دو تو یہ سب تحفے تحائف تمہیں دے دوں گا۔

لڑکے نے کہا کہ شفا میرے ہاتھ میں نہیں ہے میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا شفا دینے والا تو اللہ وحدہ لا شریک ہے اگر تم شرک سے توبہ کر لو اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لے آؤ تو میں اس سے دعا کروں گا۔

وزیر نے ایمان لانے کا اقرار کیا۔

بچے نے اس کیلئے دعا کی اور وزیر کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شفا دے دی اور اس کی بینائی واپس لوٹ آئی۔

وزیر بادشاہ کے دربار میں واپس آیا اور جس طرح پہلے کام کیا کرتا تھا اسی طرح کام کرنے لگا اور اس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

بادشاہ نے تعجب سے پوچھا! کہ تجھے آنکھیں کس نے دیں؟

اُس نے کہا، میرے رب نے دیں۔

بادشاہ نے کہا ہاں! یعنی میں نے دی ہیں۔

وزیر نے کہا! نہیں تیرا رب میرا رب اللہ ہے۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا تیرا رب میرے علاوہ کوئی اور ہے؟

وزیر نے کہا! ہاں میرا رب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے جو ہمارا خالق اور ہمیں پالنے والا ہے۔

بادشاہ نے اس کو بہت مارا، طرح طرح کی تکلیفیں اور ایذائیں دینے لگا اور پوچھنے لگا کہ تجھے یہ تعلیم کس نے دی ہے؟

آخر اُس نے تکلیفوں اور ایذاؤں کے سبب بتا دیا کہ میں نے اس بچے کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا ہے اور کفر و شرک سے توبہ کر لی ہے۔

بادشاہ نے اُس لڑکے کو دربار میں بلایا اور اُس سے کہا کہ اب تو تم جادو میں اس قدر ماہر ہو گئے ہو کہ بیماروں کو تندرست کرنے لگے ہو۔

لڑکے نے جواب دیا! جی نہیں شفا دینے والی ذات تو میرے رب کی ہے نہ میں شفا دے سکتا ہوں اور نہ کوئی جادوگر کسی کو شفا دے سکتا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ تیرا رب تو میں ہی ہوں۔

اُس نے کہا، ہرگز نہیں۔

بادشاہ نے کہا کہ کیا تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتا ہے تو اُس لڑکے نے کہا ہاں میرا رب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔

بادشاہ نے اس لڑکے کو بھی طرح طرح کی ایذائیں پہنچانا شروع کر دیں۔

ایک دن بادشاہ نے اپنے جلاوٹوں کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر لے جاؤ اور جب دریا کے درمیان میں پہنچو تو اس لڑکے کو کشتی سے دھکادے کر دریا میں ڈبو دینا۔ اس نے ہمارا نام ڈبو دیا اور ہماری سات پشتوں کو بٹہ لگا دیا ہے

لہذا اس ناخلف کو بھی ڈبو دیا جائے۔

جلاد اس لڑکے کو کشتی میں بٹھا کر لے گئے اچانک کشتی الٹ گئی سب ڈوب گئے اور یہ لڑکا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحیح سلامت بچ گیا۔

پھر بادشاہ سے آکر کہا کہ اس سچے خدا نے مجھ کو بچا لیا اور جھوٹوں کو ڈبو دیا۔

یہ سن کر تو بادشاہ آپے سے باہر ہو گیا اور سپاہیوں کو حکم دیا۔

اس ناخلف لڑکے کو کسی اونچے پہاڑ پر لے جاؤ اور وہاں سے اس کو دھکا دے دو تاکہ اس کی ہڈیاں بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں۔
سپاہی جب اس کو پہاڑ پر لے کر چڑھے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت سے ایک آندھی آئی جس نے ان سپاہیوں کو پہاڑ سے گر ادیا اور اس آندھی نے اس لڑکے کا کچھ بھی نہ بگاڑا۔

لڑکا پھر بادشاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دیکھو اس سچے خدا نے مجھے پھر بچا لیا اور جھوٹوں کو گر ادیا۔

بادشاہ شدید جھنجھلا گیا اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس لڑکے کو تلوار سے کٹوے کٹوے کر دو۔

لڑکے نے کہا کہ اگر تم اپنے سارے لشکر کو بھی جمع کر لو تب بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے اگر تم مجھے مارنا چاہتے ہو تو جیسے میں کہوں ویسا کرو تب ہی تم مجھے مار سکو گے ورنہ تمہاری ساری تدبیریں ناکام ہو جائیں گی۔

بادشاہ نے کہا، جلدی بتاؤ میں تمہارا وجود ایک لمحہ بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

لڑکے نے کہا کہ ایک میدان میں سب لوگوں کو جمع کرو اور پھر مجھے سولی پر چڑھاؤ اور میرے اوپر یہ کہہ کر تیر چلاؤ کہ میں تجھے خدائے برحق کے نام سے مارتا ہوں میں فوراً ہی مر جاؤں گا۔

پس بادشاہ جو اپنی تمام تدبیریں مکمل ناکام ہو چکا تھا ایسا ہی کیا۔

نادان بادشاہ دانا لڑکے کی حکمت سے آگاہ نہ تھا کہ جب سارے لشکر اور تمام لوگوں کے سامنے مجھے میرے بتائے ہوئے الفاظ کہہ کر تیر مارے گا تو لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ خدا نہیں ہے اور میرے دین کو سچا ثابت کر دے گا تو سب لوگ اس کے دین سے پھر جائیں گے۔

ہاں میں تو جان سے جاؤں گا مگر اہل جہان کا ایمان محفوظ ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا بادشاہ نے وہ الفاظ کہے اور تیر چلا دیا جیسے ہی بادشاہ نے تیر چلایا لڑکے نے اپنی جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

لیکن وہاں موجود ہجوم میں ایک بالچل مچ گئی اور ایک شور مچ گیا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے آدھے سے زیادہ ہجوم اس لڑکے کے غم میں زار و قطار رو رہا تھا۔

بادشاہ نے جب یہ حال دیکھا تو وہ لڑکے کی حکمت کو سمجھ گیا کہ لڑکا خود تو مر گیا مگر میرے ملک اور میری بادشاہت کو بھی مار گیا۔
مگر اس صورتحال سے بھی اُس نے حق کو نہ سمجھا اور مزید ظلم و ستم پر آمادہ ہو گیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسی وقت ایک گڑھا چالیں ہاتھ لبا، چالیں ہاتھ چوڑا، اور چالیں ہاتھ گہرا کھودا جائے
اور اس میں آگ بھڑکا دی جائے۔

اور جو کوئی اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے اُس کو اس آگ کے گڑھے میں پھینک دیا جائے۔
لہذا بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ جس شخص نے بھی اسلام قبول کیا اُس کو اس آگ میں پھینک دیا گیا۔
ان ایمان داروں میں ایک عورت بھی شامل تھی بادشاہ کے کارندوں نے اُس کو بہت ڈرایا دھمکایا کہ اسلام سے باز آ جا
ورنہ تجھے تیرے بچوں سمیت جلادیں گے۔

عورت نے ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا، تم جو دل چاہے کرو میں خدائے برحق سے منہ نہ موڑوں گی۔
بادشاہ کے کارندوں نے اُس کے ایک ایک بچے کو باری باری آگ میں پھینکنا شروع کر دیا مگر حلاوتِ ایمان کے سبب
آف تک نہیں کیا اور رضائے الہی پر صبر و شکر کرتی رہی جب اُس کے سب بچوں کو آگ میں پھینک دیا گیا تو کارندے اُس بچے
کی طرف لپکے جو ابھی اس عورت کی گود میں تھا جیسے ہی اس کے گود کے بچے کو ان ظالموں نے پھینکا اُس کی ممتا جاگ اُٹھی
لیکن اُس سے پہلے کہ شیطان اُس کے ایمان کو لوٹا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اُس بچے کو قوتِ گویائی عطا کی اور اُس بچے نے بڑی صاف
آواز میں کہا:۔

اے ماں! بالکل فکر نہیں کرو سب بھائی میرے جنت کو گئے ہیں بھی جانتا ہوں پس بچے کی یہ بات سن کر ماں کو قرار آ گیا۔
بادشاہ کے کارندوں نے اُس کے بچے کو گود سے لے کر آگ میں پھینک دیا۔

تب اُس ماں نے بے تاب ہو کر ایک چیخ ماری اسی وقت ایک آگ کا شعلہ لپکا اور کافر بادشاہ اور اُس کے لشکر کو اس شعلہ نے
جلا کر خاک کر دیا۔

جو ایمان دار باقی تھے اللہ کے حکم سے اُن سب کو امان مل گئی۔

یمن کے باشندے ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے اور مختلف ستاروں کی پوجا کرنے کیلئے انہوں نے بڑے بڑے عبادت خانے بنا رکھے تھے اور رات کو وہ وہاں جا کر ان ستاروں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

آہستہ آہستہ وہاں پر عیسائیت پھیلنے لگی اور بہت سارے لوگوں نے عیسائیت قبول کر لی۔

یمن میں عیسائیت کی تبلیغ میں سب سے زیادہ وہاں کے والی ابراہم نے کردار ادا کیا۔

ابراہم نے شہروں میں بڑے بڑے گر جاگھر تعمیر کیے اور یمن کے دارالحکومت کے اندر ایک بہت عظیم الشان گر جاگھر بنایا جس کو عرب کے لوگ ”القلیس“ کہا کرتے تھے۔

ابراہم نے اس گر جاگھر کو سجانے کیلئے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ دنیا بھر سے کاریگروں کو اس نے بلایا۔

ابراہم نے یہ سب کام اس لیے کئے تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ عیسائیت کی طرف مائل ہو سکیں۔

لیکن ان تمام ترکوششوں کے باوجود عیسائیت کی تبلیغ میں ابراہم کامیاب نہیں ہو سکا۔

ابراہم کی ناکامی کی اصل وجہ یہ تھی کہ مکہ کے اندر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام نے جو کعبہ شریف تعمیر کیا تھا عرب کے ہر باشندے کو اس سے بڑی عقیدت اور محبت تھی اور عرب کے باشندے اُسے کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔

لہذا ابراہم نے اپنے قاصدوں کو تمام عرب میں پھیلا دیا اور اُن قاصدوں نے ہر جگہ جا کر ابراہم کے بتائے ہوئے عیسائی گر جاگھر کی خوب خوب تعریفیں کیں اور کہا کہ ابراہم نے کعبہ سے بھی زیادہ خوبصورت ایک جگہ بنائی ہے لہذا تم سب لوگ وہاں آؤ اور یہ تم لوگ جو مکہ میں جاتے ہو وہاں سیاہ پتھروں کی بنی ہوئی عمارت ہے کے کے بجائے یمن میں آؤ اور یہاں جو القلیس نام کا گر جاگھر بنا ہے اس میں آکر اپنا حج کیا کرو۔

لیکن عرب کے لوگوں نے ابراہم کے قاصدوں سے کہا کہ تمہارا محل خواہ کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو کتنا ہی حسین کیوں نہ ہو ہمیں تو مکہ میں موجود سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا کعبہ شریف ہی اچھا لگتا ہے ہم وہاں جا کر ہی حج کریں گے اور اسی سیاہ پتھروں کی عمارت کا طواف کریں گے۔

جب تمام قاصدوں نے ابراہم کو یہی بات بتائی تو ابراہم نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں اس کعبہ کو گرا دوں

تو پھر عرب کے سارے لوگ ہمارے گرجے میں آنے لگیں گے۔

اسی دوران ایک ایسا واقعہ ہو گیا کہ جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور ہوا یہ کہ عرب کے چند لوگ سفر کر رہے تھے راستے میں رات ہو گئی تو وہ لوگ اسی گر جاگھر کے پڑوس میں ٹھہر گئے اور رات کا کھانا پکانے کیلئے آگ جلائی اسی دوران خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اچانک آندھی آگئی اور کوئی چنگاری اڑ کر اس گر جاگھر میں چلی گئی اور اُس نے اس گر جاگھر کو جلا ڈالا۔

ابراہہ کو جب گر جاگھر کے جلنے کا معلوم ہوا تو وہ غصہ سے پاگل ہو گیا۔

اس نے اپنی فوجوں کو مکہ پر چڑھائی کا حکم دے دیا کہ تمام فوجی تیار ہو جائیں تاکہ خانہ کعبہ کو گرا دیا جائے۔ ابراہہ لشکر لے کر مکہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابراہہ کی ان جنگی تیاریوں کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کے پیروکاروں کی بڑی تعداد ابراہہ کے سامنے آگئی تاکہ خانہ کعبہ کا دفاع کر سکیں مگر ابراہہ کی فوج نے ان کو شکست دے دی یہاں تک کہ ابراہہ مکہ پہنچ گیا۔

جب ابراہہ کا لشکر مکہ پہنچا تو وہاں اس کے لشکر نے لوٹ مار شروع کر دی اور لوگوں کے مویشی بھیڑ، بکریاں اور اونٹ ہانک کر اپنے ساتھ لے گئے۔ ان اونٹوں میں حضرت عبدالمطلب جو کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا جان ہیں ان کے بھی دو سواونٹ شامل تھے۔

ابراہہ نے ایک سفیر، مکہ کے لوگوں کے پاس بھیجا اُس نے آکر لوگوں سے پوچھا تمہارا سردار کون ہے؟

لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی طرف اشارہ کر دیا۔

وہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آیا اور انہیں ابراہہ کا پیغام پہنچایا کہ ابراہہ اُن سے جنگ کرنے نہیں آیا بلکہ خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہے۔

اس لئے اہل مکہ اگر اپنی جان اور مال کی خیریت چاہتے ہیں تو ہم سے نہ لڑیں کیونکہ اگر اہل مکہ نے ہم سے لڑنے کی کوشش کی تو آپ ہی کا نقصان ہو گا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا، یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا حرم اگر وہ چاہے گا تو خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ورنہ جیسے اُس کی مرضی۔

ابراہہ کے سفیر نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ چلئے تاکہ ابراہہ سے ملاقات کر لیں۔

حضرت عبدالمطلب اس سفیر کے ساتھ ابراہم کے پاس پہنچ گئے آپ کی بازعب شخصیت اور نورانی چہرہ کو دیکھ کر ابراہم بہت متاثر ہوا۔

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا کہ

ابراہم! تمہارا لشکر میرے دو سواونٹ ہانک کر لے آیا ہے وہ اونٹ میرے ہیں مجھے واپس کر دو۔

ابراہم نے کہا آپ کو اپنے اونٹوں کی پڑی ہے اور اس کعبہ کی کوئی پرواہ نہیں جس کی وجہ سے آپ کی عزت کی جاتی ہے۔ آپ نے بڑی سادگی سے جواب دیا:-

میں اونٹوں کا مالک ہوں اور ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے اور اس گھر یعنی کعبہ شریف کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔

ابراہم نے بڑے غرور سے کہا، اب اس گھر کو گرانے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔

حضرت عبدالمطلب واپس تشریف لائے اور قریش کو حکم دیا کہ سب کے سب مکہ سے نکل جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جائیں۔

کہیں ایسا نہ ہو کہ ابراہم کا لشکر ان کو بھی تہس نہس کر دے۔

اس کے بعد آپ خانہ کعبہ شریف لائے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعا کی:-

اے اللہ! میں تیرے بغیر اس کے مقابلے کی ہمت نہیں رکھتا اپنے حرم کو ان سے بچا اور اس کی حفاظت فرما۔ دعا کے بعد آپ بھی پہاڑوں پر تشریف لے گئے۔

دوسرے دن ابراہم نے اپنے لشکر کو کعبہ شریف پر چڑھائی کا حکم دیا۔

اس لشکر میں بارہ جنگی ہاتھیوں کا دستہ بھی شامل تھا سب سے بڑے ہاتھی پر ابراہم خود بیٹھا ہوا لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ جب اس ہاتھی کو کعبہ کی طرف پیش قدمی کیلئے ہانکا گیا تو اس ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور وہ آگے بڑھنے سے مزاحمت کرنے لگا۔

اگر اسے کسی اور طرف چلائے تو چلنے لگتا لیکن کعبہ شریف کی جانب بڑھنے سے گریز کرتا۔

ابھی یہی صورت حال تھی کہ اچانک ایک طرف سے ابابیل پرندوں کا ایک غول آتا دکھائی دیا ان کے پنوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں تھیں اور چونچ میں بھی ایک ایک کنکری موجود تھی۔

اور یہ کنکر بہت بڑے نہیں تھے بلکہ مسور کی دال کے برابر تھے۔

ہر سوار پر پرندہ ایک کنکری مارتا اور وہ کنکری اس کے لوہے کے غول سے نکل کر زمین میں دھنس جاتی لنگر کے زیادہ تر سپاہی تو وہیں ہلاک ہو گئے اور جو لوگ باقی بچ گئے وہ وہاں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے لیکن ان کے جسموں میں ایسے چھوٹے چھوٹے پھوڑے نکل آئے جن میں ہر وقت خارش ہوتی اور وہ ہر وقت کھاتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کے جسموں سے خون اور پیپ بہنے لگا۔ گوشت گل سڑ کر جھڑنے لگا۔

ابراہہ اور اس کے ساتھیوں کا انجام آخر کار یہ ہوا کہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر عبرت کی موت مر گئے۔

اس واقعہ کو قرآن کریم نے سورہ فیل میں بیان کیا ہے:-

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفَيْلِ ۚ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ ۚ وَاَرْسَلَ عَلَيْنَهُمْ

طَيْْرًا اَبَابِيْلَ ۚ تَرْمِيْنُهُمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ ۚ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّا كُوِلَ ۚ (پ۔ سورہ فیل)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا اللہ نے ان کے مکر و فریب کو ناکام نہیں بنادیا اور (وہ یوں کہ) بھیج دیئے ان پر ہر سمت سے پرندے، ڈاروں کے ڈار جو برساتے تھے ان پر کنکر کی پتھریاں پس بنا ڈالا ان کو

جیسے کھاپا ہوا بھوسہ۔

کعب بن اشرف کا انجام

یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف کی شیطانیاں دن بدن بڑھتی جا رہی تھیں۔ کعب بن اشرف یہودیوں کا سردار تھا اور اس کے سینے میں اسلام دشمنی کی آگ ہر وقت جلتی رہتی تھی کوئی بھی موقع ہو یہ لہنی شرارتوں سے باز نہ آتا۔ غزوہ بدر میں اسلام کو فتح نصیب ہوئی ہے تو اس بد بخت شخص نے یہ جملے کہے تھے، قسم خدا کی اگر یہ سچ ہے کہ اسلام کو فتح نصیب ہوئی ہے تو زمین پر زندہ رہنے سے بہتر یہ ہے کہ ہمیں زمین اپنے پیٹ میں دفن کر لے۔

کچھ ہی دنوں میں اس بات کی تصدیق بھی ہو گئی کہ غزوہ بدر میں کفر کو شکست اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

کعب بن اشرف یہودی کے سینے میں اسلام دشمنی کی آگ تو پہلے ہی جل رہی تھی حسد کے سبب یہ آگ اور بھڑک اٹھی اور یہ مکار شخص مکہ پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر کافروں سے تعزیت کرنے لگا اور جھوٹ موٹ روتے ہوئے کہنے لگا بھی مجھے تو بڑا افسوس ہوا آپ کے نوجوان مارے گئے اب آپ مسلمانوں سے بدلہ لیں غرض یہ کہ مکہ کے کافروں کے سینوں میں انتقام کی آگ کو یہ خوب بھڑکا کر مدینے واپس آ گیا۔

اسلام تیزی سے عرب کی سر زمین پر پھیل رہا تھا اور کعب بن اشرف یہودی بڑا پریشان تھا کہ کس طرح اسلام کو پھیلنے سے روکے اس کا بس ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ اسلام کو ختم کر ڈالے۔

اسلام دشمنی میں اندھے ہو کر مسلمان خواتین کے خلاف بیہودہ اشعار کہتا عفت شعار مسلمان خواتین کے نام سے جھوٹے افسانے اور کہانیاں گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتا۔ اسے کئی بار مسلمانوں نے سمجھایا کہ ایسا نہیں کرو یہ اچھی بات نہیں ہے مگر وہ شیطان لہنی شرارتوں سے باز ہی نہیں آیا بلکہ اب تو اس نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی شروع کر دی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار اور کہانیاں گھڑنے لگا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا، ہمیں اس کعب بن اشرف کی شرارت سے کون بچائے گا۔

ایک صحابی محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اس کو قتل کرنے کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کا سرتن سے جدا کرنے کیلئے روانہ ہو گئے اور پھر انہوں نے کعب بن اشرف کو شان رسالت میں گستاخی کی سزا دی جو گستاخانِ رسول کو ہمیشہ سے دی جاتی رہی ہے۔

یعنی سرتن سے جدا کر دیا۔

یوں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گستاخ اپنے انجام کو پہنچا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگے نہ بڑھو

اتنی جان! اتنی جان! آج ہماری مس ہمیں بتا رہی تھیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب اور تعظیم ہم سب پر فرض ہے۔
اور جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا جائے تو درود شریف پڑھنا چاہئے۔
نہی سائرہ ایک ہی سانس میں بہت سی باتیں کرتی رہی۔

جی ہاں بیٹا کیونکہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ کے محبوب رسول ہیں۔۔۔ اللہ کے حبیب ہیں۔
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر اللہ پیدا نہیں کرتا تو اللہ یہ کائنات بھی نہیں بناتا۔

اتنی اور بھی کچھ بتائیے نا ہمیں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کیونکہ مس بتا رہی تھیں کہ قرآن کریم میں
آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم اور ادب کیلئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قوانین بنائے ہیں۔ بارہ سالہ سعد بھی کپڑے تبدیل کر کے
اتنی کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے ادب سے کہنے لگا۔

اچھا ایسا ہے کہ کھانا میں نے لگا دیا ہے تم لوگ کھانا کھالو پھر آرام کرو شام کو میں تمہیں قرآن کریم کے وہ تمام احکام و
واقعات ایک ایک کر کے سناؤں گی جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب اور تعظیم کے قوانین
بیان فرمائے ہیں۔

شام میں سب بہن بھائی لاؤنج میں جمع ہو گئے جی اتنی جان! اب آپ ہمیں قرآن حکیم کے وہ تمام احکام و واقعات سنائیے
جن میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب اور تعظیم کے قوانین بیان کیے گئے ہیں۔
ہاں بھی ہاں بالکل مجھے بیٹھ تو جانے دو بچوں کی بے تابی دیکھتے ہوئے امی مسکرا کر بولیں۔
پیارے بچو!

دنیا میں بہت سے بادشاہوں نے حکومت کی انہوں نے اپنی تعظیم کے بہت سارے قانون بنائے کہ ہمارے دربار میں آؤ
تو اس طرح آؤ، جب جاؤ تو اس طرح جاؤ۔۔۔ ہمارے دربار میں بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے، ادب سے کھڑے ہونے کا طریقہ یہ ہے اور
جب گفتگو کی جائے تو ہمارے بنائے ہوئے قانون کے مطابق کی جائے۔

لیکن بچو!

اس دنیا میں ایک دربار ایسا بھی ہے جہاں کے بادشاہ کیلئے ادب و احترام، تعظیم و توقیر کے قوانین بادشاہ نے نہیں بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنائے ہیں کہ ہمارے محبوب کے دربار میں کیسے آؤ۔۔۔ کیسے بیٹھو۔۔۔ کیسے بات کرو۔۔۔
بتاؤ بچو وہ دربار کس کا ہے؟

وہ دربار ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے تمام بچوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔
اب میں تمہیں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا ایک واقعہ سناتی ہوں۔

یہ عہد رسالت کی بات ہے کہ عید الاضحیٰ قریب آچکی تھی اور لوگ جانوروں کی قربانی کی تیاریاں کر رہے تھے ہر روز کسی نہ کسی مسلمان کے کوئی نہ کوئی جانور آرہا تھا کوئی بکرا الارہا تھا کوئی گائے کی قربانی کر رہا تھا اور کوئی اللہ کی رضا کیلئے اونٹ کی قربانی کر رہا تھا اور آج انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئیں اور عید الاضحیٰ قریب آگئی اس دن اللہ کی رضا کیلئے مسلمان حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یاد میں قربانی کرتے ہیں۔

کچھ صحابہ اکرام نے اللہ ہی کی رضا کیلئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی کر لی۔
اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ اس کے محبوب کے قربانی کرنے سے پہلے ان لوگوں نے قربان کر لی۔
لہذا اسی وقت جبریل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو! آگے نہ بڑھا کرو اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے

بے شک اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ (پ ۲۶۔ سورہ حجرات: ۱)

اب ان تمام مسلمانوں نے جنہوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی کی تھی دوبارہ قربانی کی۔
دیکھا بچو!

آپ نے قربانی تو ان مسلمانوں نے اللہ ہی کی رضا کیلئے کی تھی مگر اللہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی نیک عمل ہو جب میرا محبوب انجام دے لے تو میرے محبوب کی نقل میں کرو تب تمہارا نیک عمل قبول ہو گا ورنہ نہیں۔

کل میں آپ سب بچوں کو دوبار رسالت میں بات کرنے کے آداب کے بارے میں بتاؤں گی اب آپ لوگ اپنے اسکول کا

کام کریں۔ (تفسیر الدر المنثور، تفسیر مظہری)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بات کرنے کے آداب

ہاں بچو! آج میں تمہیں یہ بتاؤں گی کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بات کرنے کا ادب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کیا سکھایا ہے۔ دربار رسالت لگا ہوا تھا صحابہ کرام پر وانوں کی طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد جمع تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے کسی معاملے پر مشورہ فرما رہے تھے بات ہوتے ہوتے کچھ بزرگوں کو خیال نہیں رہا اور ان کی آواز کچھ بلند ہو گئی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے پیارے محبوب کے دربار میں یہ انداز گفتگو اچھا نہیں لگا اور فوراً ہی جبریل امین یہ آیت لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۲۶﴾ (سورہ حجرات: ۲۶)

اے ایمان والو! نہ بلند کیا کرو اپنی آوازوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آواز سے اور نہ زور سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بات کیا کرو جس طرح تم ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (اس بے ادبی کی وجہ سے) کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

بچو!

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بارگاہ رسالت کے ادب کی تعلیم دی کہ میرے محبوب کے دربار میں گفتگو کس طرح کی جائے اور اگر میرے محبوب کے سامنے تم نے ادب و احترام کا خیال نہیں رکھا تمہاری آواز زیادہ بلند ہو گئی تو تمہارے اعمال یعنی تمہاری نماز، تمہارا روزہ، تمہارا جہاد، تمہارا حج، تمہارا صدقہ و خیرات وغیرہ سب کے سب ضائع ہو جائیں گے۔ پیارے بچو! جب یہ آیت نازل ہو گئی تو صحابہ کرام نے آہستہ بات کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔

اور اس کے بعد جب بھی کوئی وفد مدینے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کیلئے پہنچتا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک آدمی کو بھیجتے جو انہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری کے آداب بتاتا تھا۔

پیارے بچو! ایک بات پر غور کرو کہ صحابہ کرام کا مقصد ہر گز ہر گز بلند آواز سے گفتگو کرنا نہیں تھا نہ آپ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنا تھا بلکہ وہ تو خواب میں بھی آپ کی شان میں کسی معمولی بے ادبی کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ بات بھی گوارا نہیں کہ بے خیالی میں بھی کوئی ایسی بات ہو جو میرے محبوب کی شان کے خلاف ہو۔

بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہجوم ہر وقت ہی رہا کرتا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے ہر صحابی کا خیال رکھتے تھے اگر کوئی صحابی بیمار ہو جاتے تو ان کی عیادت کو جاتے اور ان کی مدد بھی فرمایا کرتے تھے۔

دو دن حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ رسالت میں حاضر نہیں ہوئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ ثابت بن قیس کہاں ہیں؟

صحابہ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ تو گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے ہیں اور دن رات بس روتے رہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ان کے گھر روانہ کیا کہ انہیں بلا کر لاؤ۔

جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا ثابت سنا ہے تم آج کل صرف دن رات روتے رہتے ہو اس کی وجہ کیا ہے؟

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کے علم میں ہے کہ مجھے سنائی ذرا کم دیتا ہے جس کی وجہ سے میری آواز بھی تیز ہو جاتی ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری کے آداب میں یہ حکم دیا ہے کہ میرے محبوب کے سامنے تمہاری آواز بلند نہ ہو لہذا مجھے ڈر ہے کہ میں اپنی اس بیماری کے سبب اونچی آواز میں بات نہ کر بیٹھوں اور میرے سارے اعمال ضائع ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:-

”اے ثابت! تم خیریت سے جیتے رہو گے خیریت سے تمہیں موت آئے گی اور تم جنتیوں میں سے ہو۔“ (تفسیر مظہری)

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب و احترام

عین حیز دوپہر کے وقت جب سورج کی تپش ہر شے کو جھلسائے دے رہی تھی کہ عرب کے چند بدوؤں کا قافلہ اسلام قبول کرنے کے شوق میں مسجد نبوی کے دروازے پر پہنچ گیا ابھی وہ اپنے اونٹوں اور گھوڑوں سے اترے بھی نہیں تھے کہ اسلام قبول کرنے کے شوق میں بے تاب ہو کر پوچھنے لگے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت کہاں تشریف فرما ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اس وقت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں آرام فرما رہے ہوں گے۔

بس اتنا سنتا تھا کہ قافلہ والوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حجرہ کے باہر سے آوازیں دینا شروع کر دیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر تشریف لائیے اور ہمیں اپنا کلمہ پڑھا کر دائرہ اسلام میں داخل کر لیجئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرہ کے باہر تشریف لے آئے اور انہیں اسلام کی دولت سے نواز دیا لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں کہ اس کے محبوب کے آرام میں خلل پڑے اور اسی وقت جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:-

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا

حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (پ ۲۶- سورہ حجرات: ۴-۵)

بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے ان میں اکثرنا سمجھ ہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ باہر تشریف لے آتے ان کے پاس تو یہ ان کیلئے بہت بہتر ہوتا اور اللہ غفور رحیم ہے۔

پیارے بچو!

ذرا آپ سوچئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں لوگ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان لائیں پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرض منصبی بھی یہی ہے مگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آرام زیادہ محبوب ہے اور ایک ادب یہ سکھایا کہ آپ کو حجرہ کے باہر سے آواز نہیں دی جائے بلکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انتظار کیا جائے اور جب سرکار ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود تشریف لائیں تو لوگ شرف زیارت سے مشرف ہوں۔

گستاخِ رسول ابو رافع یہودی کا مہرتناک انجام

ابو رافع یہودی کی اسلام دشمنی میں حد سے زیادہ اضافہ ہو چکا تھا۔

عرصہ دراز سے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمنوں کی اسلحہ اور دولت سے مدد کر رہا تھا اور اب تو معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں بھی کرنے لگا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی گستاخی کی سزا دینے کیلئے حضرت عبداللہ ابن عتیک کو روانہ فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ابو رافع کے قلعہ کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے جانوروں کو واپس قلعے میں لا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عتیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ اسی جگہ بیٹھ جائیں میں جاتا ہوں اور دربان سے بہانہ کر کے اندر جانے کی کوشش کروں گا۔

یہ کوشش کرتے کرتے قلعے کے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے اور دروازے کے قریب کپڑے سمیٹ کر ایسے بیٹھ گئے جیسے کوئی رفع حاجت کیلئے بیٹھا ہو دوسرے لوگ اندر داخل ہو چکے تھے کچھ دیر تک قلعے کے دربان نے ان کا انتظار کیا پھر اس نے کہا اے اللہ کے بندے اگر اندر آنا ہے تو آ جاؤ میں دروازہ بند کرنے لگا ہوں۔

حضرت عبداللہ اندر داخل ہو کر ایک کنارے پر چھپ گئے جب تمام لوگ اندر داخل ہو گئے تو دربان نے دروازہ بند کر دیا اور چابیاں ایک کیل کے ساتھ لٹکا دیں۔

آگے کیا ہوا؟ عبداللہ ابن عتیک کی زبانی سنئے:-

اس کے بعد میں اٹھا اور میں نے کیل سے چابیوں کا گچھا نکال لیا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ اوپر صحن میں قصہ خوانی ہو رہی ہے جب قصہ خوان اس کے پاس سے چلے گئے تو میں آگے کی طرف بڑھنے لگا جس دروازے کو میں کھولا اسے اندر سے بند کر دیتا تاکہ کوئی اور اندر داخل نہ ہو سکے اور اگر دیگر یہودیوں کو میرا پتہ بھی لگ جائے تو ان کے پہنچنے تک ابو رافع کا کام تمام کر دوں آخر کار میں اس کے گھر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب میں اس کے گھر میں داخل ہوا تو گھر میں اندھیرا تھا کیونکہ انہوں نے چراغ بجھا دیا تھا اور گستاخ ابو رافع یہودی اپنے کمرے میں سو رہا تھا۔

اندھیرے کی وجہ سے مجھے نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ ابورافع کہاں ہے؟

میں نے آواز دی اے ابورافع!

اس نے کہا کون ہے؟

میں نے آواز کا تعاقب کیا اور اس پر تلوار کا بھرپور وار کر ڈالا مگر وہ بچ گیا اور چلانے لگا۔

اس سے پہلے کے اس کے چلانے کی آواز سن کر اس کا کوئی مددگار اس تک پہنچتا میں نے آواز بدل کر پھر اس طرح آواز دی کہ جیسے کہ میں اس کا مددگار ہوں۔

میں نے کہا اے ابورافع! آپ کو کیا ہو گیا ہے؟

اس نے کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ کسی آدمی نے مجھ پر تلوار کا وار کیا ہے۔

آواز سنتے ہی میں نے دوسرا وار اس پر کیا لیکن ابھی ابھی وہ مرا نہیں تھا میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر زور دیا تو اس کی کمر سے پار نکل گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ اس کی موت واقع ہو گئی ہے۔

پھر میں واپس ہونے لگا یہاں تک کہ ایک منزل سے اترتے ہوئے گر پڑا اور میرا پاؤں ٹوٹ گیا میں وہیں دروازے کے پاس بیٹھ گیا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک مجھے اس گستاخ کے مرنے کا یقین نہ ہو جائے۔

جب صبح مرنے نے اذان دی تو ایک شخص قلعے کی دیوار پر کھڑے ہو کر یہ اعلان کرنے لگا کہ

لوگو! اہل حجاز کا تاجر ابورافع یہودی مر گیا ہے۔

پس میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور انہیں ابورافع کے واصل جہنم ہونے کی خوشخبری سنائی۔

پھر ہم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کر دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لہنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پھیلا دیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لہنا دست مبارک اس پر پھیر دیا تو ایسا ہو گیا جیسے اس میں سرے سے

کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ (بخاری شریف کتاب المغازی)

عبد اللہ ابن خطل اور اس کی باندیوں کا انجام

جنوں کی پرستش میں مصروف عبد العزیٰ کے دل میں نہ جانے کیا آیا کہ اس نے جنوں کی پرستش کو ترک کر کے مدینہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا اسلامی نام عبد اللہ رکھا اور اسے صدقات وصول کرنے کیلئے قبائل پر متعین کیا اور ایک انصاری کو بھی اس کے ساتھ کر دیا تاکہ عبد اللہ ابن خطل کی خدمت کرے۔

ایک دن وہ اپنے خادم کے ہمراہ ایک قبیلہ میں گیا اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ اس کیلئے کھانا تیار کرے اور خود سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے دیکھا کہ خادم سویا ہوا ہے اور اس نے کھانا بھی تیار نہیں کیا۔ غصے میں ابن خطل بے قابو ہو گیا اور سوتے ہی میں اس کو قتل کر دیا اور مرتد ہو کر مکہ میں واپس لوٹ گیا۔

عبد اللہ ابن خطل ایک شاعر بھی تھا واپس مکہ آنے کے بعد اس نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہے اس کی دو کنیزیں تھیں یہ انہیں اپنے اشعار یاد کرادیتا اور انہیں حکم دیتا کہ وہ یہ اشعار گایا کریں اس کی باندیاں اس کے حکم کی تعمیل کرتیں اور جگہ جگہ وہ گستاخانہ اشعار گاتی پھرتی تھیں۔

یہاں تک کہ فتح مکہ کا دن آیا تو اس نے زرہ پہنی اپنے ہاتھوں میں نیزہ پکڑا گھوڑے پر سوار ہوا اور قسم کھائی کہ میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو زبردستی مکہ میں ہرگز داخل نہیں ہونے دوں گا لیکن جب اس نے مسلمانوں کا عظیم الشان لشکر دیکھا تو شدید مرعوب ہو کر سیدھا کعبہ کی طرف گیا، گھوڑے سے اتر اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور کعبہ شریف کے غلاف میں چھپ گیا۔

ایک آدمی نے اس کے ہتھیار لے لئے اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور اس کے بارے میں بتایا۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عبد اللہ ابن خطل جہاں ملے اسے قتل کر دیا جائے۔

جب رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کا طواف فرما رہے تھے صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ ہے عبد اللہ ابن خطل جو کعبہ کے غلاف سے چمٹا ہوا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو قتل کر دو کعبہ کسی مجرم بدکار کو پناہ نہیں دیتا چنانچہ سعید بن حریث اور ابو ہریرہ سلمی نے گستاخ رسول عبد اللہ ابن خطل کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کی دو کنیزیں جو بھجویہ (اہانت والے) اشعار گایا کرتی تھیں ان کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا ایک تو ان میں سے قتل کر دی گئی دوسری کیلئے امان طلب کی گئی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عطا فرمادی چنانچہ وہ بچ گئی اس کے بعد اس باندی نے

مدلِ فاروقی اور گستاخ کا سر

(علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غیرتِ ایمانی

کا مشہور واقعہ نقل کیا ہے انہی کے قلم سے ملاحظہ کیجئے)

سرکارِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ پاک میں ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کھیت میں پانی دینے کے مسئلے پر جھگڑا ہو گیا۔ یہودی کا کھیت پہلے پڑتا تھا منافق کا کھیت اس کے بعد تھا یہودی کا کہنا تھا کہ پہلے میرا کھیت سیراب ہو گا پھر تمہارے کھیت میں پانی جانے دوں گا منافق کا اصرار تھا کہ پہلے میں اپنے کھیت سیراب کروں گا اس کے بعد تمہارے کھیت میں پانی جانے دوں گا۔

جب یہ جھگڑا کسی طرح طے نہ ہو سکا تو سوچا کہ کسی ثالث کے ذریعے یہ معاملہ طے کر لیتے ہیں یہودی نے کہا میں تمہارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو اپنا ثالث مان لیتا ہوں ان پر میں ایمان تو نہیں رکھتا مگر مجھے اس بات کا یقین ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے۔

منافق نے یہ سوچ کر کہ یہودی کے مقابلے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقیناً میری حمایت کریں گے کیونکہ میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں یہودی کی پیشکش قبول کر لی چنانچہ یہودی اور منافق دونوں اپنا مقدمہ لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں کی بات سنی اور کیونکہ اس معاملے میں یہودی حق پر تھا لہذا اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ یہودی خوشی خوشی وہاں سے اٹھا اور باہر آ کر منافق سے کہا کہ اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔ منافق نے کہا کہ میں یہ فیصلہ تسلیم نہیں کرتا۔

چلو حضرت عمر کے پاس چلتے ہیں ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔

منافق نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام تفصیلات بتائیں اور اس بات کو بار بار دہراتا رہا کہ میں مسلمان ہوں اور یہ یہودی اور اس وجہ سے یہ مجھے نقصان پہنچانا چاہتا ہے منافق کا بیان ختم ہو تو یہودی اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا یہ صحیح ہے کہ میں یہودی ہوں اور یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن یہ بھی آپ کو بتا دوں کہ ہم اس سے پہلے پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور انہوں نے اس مقدمہ کا فیصلہ میرے حق میں کر دیا تھا یہ مسلمان ہو کر کہتا ہے کہ مجھے ان کا فیصلہ منظور نہیں یہ اپنے نمائندگی اسلام کی رشوت دیکر آپ سے رسولِ خدا کے خلاف فیصلہ کرانے آیا ہے اب آپ کو اختیار ہے کہ جو چاہیں فیصلہ کر دیں۔ یہودی کا یہ بیان سن کر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں سرخ ہو گئیں عالم غیظ میں فرمایا کہ کیا یہودی کی بات سچ ہے؟ منافق نے دبی زبان میں اعتراف کیا کہ یہودی سچ کہہ رہا ہے۔

منافق پر بغاوت کا جرم ثابت ہو گیا فاروق اعظم کی عدالت میں ایک مرتد کی سزا کیلئے اب کوئی لمحہ انتظار باقی نہیں تھا اسی عالم قہر و غضب میں گھر کے اندر تشریف لائے اور دیوار سے لٹکی ہوئی تلوار کو بے نیام کر کے باہر نکلے اور اس منافق کا سر تن سے جدا کر دیا اور فرمایا کہ جو میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا اس کے حق میں عمر کا فیصلہ یہی ہے کہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے۔

اس واقعہ کے بعد مدینے کے گلیوں میں ایک شور برپا ہو گیا اور یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی چاروں طرف سے منافقین کے غول در غول دوڑ پڑے گلی گلی میں یہ شور برپا ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا ہے۔ دشمنان اسلام کو موقع مل گیا انہوں نے بھی اپنی جگہ یہ شور مچانا شروع کر دیا کہ اب تک محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کی تلواریں صرف مشرکین کا لبو چاٹتی تھیں لیکن اب تو خود مسلمان بھی ان کے وار سے محفوظ نہیں ہیں بات بکچھنے بکچھتے آخر کار حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی جا پہنچی مسجد نبوی کے محن میں سب لوگ جمع ہو گئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی طلب کر لیا گیا سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ کیوں عمر مدینے میں یہ کیسا شور ہے؟ کیا تم نے کسی مسلمان کو قتل کر دیا ہے؟

جذبات کے تلاطم سے آنکھیں بھیگ گئی تھیں دل کا عالم زیر و زبر ہو رہا تھا بزم جاناں میں پہنچ کر عشق کی دہلی ہوئی چنگاری بھڑک اٹھی تھی بے خودی کی حالت میں کھڑے ہو کر جواب دیا۔

عمر کی تلوار کسی مسلمان کے خون سے کبھی بھی آلودہ نہیں ہو گی میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ سے انکار کر کے اپنی جان کا رشتہ حلقہ اسلام سے توڑ لیا تھا اسی وقت حضرت جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:-

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (پ ۵۔ سورہ نساء: ۶۵)

قسم ہے آپ کے رب کی کہ وہ اس وقت تک مسلمان ہی نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں وہ آپ کو اپنا حکم نہ مان لیں اور پھر جب آپ ان کا فیصلہ فرمادیں تو اپنے دل میں خلش محسوس نہ کریں اور آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے فیصلے کو کھلے دل سے تسلیم کر لیں۔

عمیر بن سعد ابھی بچے ہی تھے لیکن مسجد نبوی میں پیغمبر اسلام کی مجلس میں شریک رہا کرتے تھے اور انوارِ رحمتوں کو اپنے دامن میں سمیٹا کرتے تھے۔

دلِ دولتِ ایمان اور غیرتِ اسلامی دونوں ہی سے مالا مال تھا۔

عمیر بن سعد مسجد نبوی میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درسِ علم و حکمت کے موتی چن کر فارغ ہوئے اور اپنے چچا جَلَّاس بن سوید کے پاس آئے جن کی عمر ساٹھ سال ہو چکی تھی لیکن دل میں نفاق کا مرض بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ حالانکہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے دیگر مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھا کرتا تھا، رمضان کے روزے بھی رکھتا۔ عمیر بن سعد نے کہا کہ چچا جان! آج میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر تھا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کے متعلق بیان دیتے ہوئے سنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قیامت کے بارے میں بتا رہے تھے تو مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے کہ میں اپنی ان آنکھوں سے قیامت کو قائم ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

جلاس بن سوید جس کے سینے میں نفاق کا مرض ابھی پرورش پا رہا تھا عمیر بن سعد کے جواب میں کہنے لگا۔

”اللہ کی قسم! اگر محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سچے ہیں تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہیں“ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

جلاس بن سوید کی آواز سن کر نو عمر عمیر بن سعد کانپ اٹھے چہرے کا رنگ غصے کے سبب سرخ ہو گیا اور جسم تھرا اٹھا۔

چنانچہ طیش میں آکر بولے جلاس بن سوید اللہ کی قسم! تم مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب تھے لیکن اب نہیں ہو۔

میں دو میں سے ایک کا ہو سکتا ہوں یا تو میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمہارے خیالات سے آگاہ نہیں کروں اور

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے غداری کا جرم کر بیٹھوں یا پھر اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے

تمہارے کلمات سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آگاہ کر دوں۔

جَلَّاس بن سوید بولا، تم اگر بتا بھی دو گے تو کون تم جیسے بچے کی بات کا یقین کرے گا۔

عمیر بن سعد اپنے چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتے ہوئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور جُلّاس بن سوید کی تمام گفتگو بیان کر دی۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جُلّاس بن سوید کو بلا لیا اس سے پوچھا کہ کیا تم نے یہ جملہ کہا ہے؟ وہ مکر گیا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو ایسا کوئی جملہ کہا ہی نہیں ہے۔

جُلّاس بن سوید کے مکر کرنے پر عمیر بن سعد کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ نے دعا کی اے اللہ! اپنے محبوب کو وحی بھیج کر میری تصدیق فرما دے۔

ابھی عمیر بن سعد کے آنسوؤں نے لڑی کی شکل بھی اختیار نہیں کی تھی کہ جبریل امین یہ آیت لے کر حاضر ہوئے:-

يَخْلِقُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ۖ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةً الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بِعَدِ اسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا (پ ۱۰- سورہ توبہ: ۷۴)

یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ انہوں نے کلمہ کفر کا اور وہ بعد اسلام لانے کے کافر ہو گئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمیر بن سعد سے فرمایا کہ تمہارے کانوں نے دُرست سنا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمہاری تصدیق فرمائی۔

ابو لہب کی گستاخی اور اس کا انجام

ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اعلان کیا:-
یا صباہ! میری فریاد سنو!

عرب کے رواج کے مطابق لوگوں نے اس صدا پر لبیک کہا اور چونہ جاسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔
قریش ابو لہب وغیرہ تمام مشرکین سب لوگ جمع ہو گئے

جب سب لوگ آگئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر چھپا ہوا ہے
اور عنقریب تم پر حملہ آور ہو جائے گا تو کیا تم میری اس بات کو سچ مانو گے؟
سب نے ایک زبان ہو کر کہا:-

بے شک کیوں نہیں ہم نے آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے آج تک کبھی سچ کے سوا کچھ سنا ہی نہیں اور جھوٹ سے
آپ کی زبان کبھی آلودہ ہوئی ہی نہیں۔
اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:-

”اے لوگو! میں تمہیں اس سے بھی زیادہ سنگین اور تباہ کن عذاب کی خبر دے رہا ہوں جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے
اگر تم اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کفر و شرک کی زندگی سے توبہ کر لو اور کہو لا الہ الا اللہ۔“

یہ سن کر ابو لہب کے تن بدن میں آگ لگ گئی اس نے انگلی اٹھا کر اشارہ کیا اور گستاخی کرتے ہو کہنے لگا:-

تَبَّالْكَ سَائِرَ الْيَوْمِ اَلْهَذَا جَمَعْتُنَا

تمہارا اس لگ جائے تم نے یہی سنانے کیلئے ہمیں جمع کیا تھا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے محبوب کی شان میں اس گستاخی کی یہ گستاخی سخت ناگوار گزری اور انتہائی غضب اور ناراضگی کا اظہار
کرتے ہوئے یہ سورۃ نازل فرمائی:-

تَبَّتْ يَدَا اَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا اَغْنٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلٰٓى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۚ

وَامْرَاَتُهٗ ۚ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۚ فِي جَنَدِهَا حَنْبَلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۚ (پ۔ ۳ سورہ لہب)

ٹوٹ جائیں ابو لہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ و برباد ہو گیا کوئی فائدہ نہ پہنچایا اسے اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا
عنقریب جھونکا جائے گا شعلوں والی آگ میں اور اس کی جو رو بھی بد بخت ایندھن اٹھانے والی اس کے گلے میں موج کی رسی ہوگی۔

وہ ہاتھ ہی ٹوٹ جائیں جن ہاتھوں کی ایک انگلی میرے محبوب کی بے ادبی میں اٹھی ہے تباہ و برباد ہو جائے ابو لہب اور پھر دنیا نے دیکھا کہ جلد ہی یہ گستاخ اپنے انجام کو پہنچ گیا غزوہ بدر میں لہنی بزدلی کے سبب یہ جنگ میں شریک نہیں ہوا اور غزوہ بدر میں کافروں کی عبرتناک شکست کو ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ اس کے بدن پر ایک پھوڑا نکل آیا اور چند ہی دنوں میں زہریلا پھوڑا پورے بدن میں پھیل گیا۔

پورے بدن سے پیپ بہنے لگی اور گوشت گل گل کر گرنے لگا اس کے بیٹوں نے جب دیکھا کہ ان کے باپ کو ایک موذی بیماری لگ گئی ہے تو انہوں نے بھی اس کو اپنے گھر سے نکال دیا اور تڑپتے تڑپتے اس نے جان دے دی۔ اب بھی اس کی لاش کو دفنانے کیلئے کوئی تیار نہیں تھا نہ اس کے بیٹے اور نہ ہی کوئی اور عزیز۔

تین دن تک اس کی لاش سڑتی رہی جب اس کی بدبو اور تعفن سے لوگ تنگ آ گئے تو اس کے بیٹوں کو لعنت ملامت شروع کی تب انہوں نے چند حبشی غلاموں کو اس کی لاش ٹھکانے لگانے پر مقرر کیا انہوں نے ایک گڑھا کھودا اور لکڑیوں کی مدد سے اس کی لاش کو دھکیل کر اس گڑھے میں چھینک دیا اور اوپر سے مٹی ڈال دی۔

اور یوں یہ گستاخ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب اُندلس پر مسلمان حکومت کیا کرتے تھے امن و امان کا یہ عالم تھا کہ شیر و بکری ایک ہی گھاٹ سے پانی پیا کرتے تھے۔

عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنے اپنے مذہب کے مطابق مذہبی آزادی حاصل تھی مسلمانوں کے اس رویے نے ان کے دلوں پر ایک اچھا اثر ڈالا اور ان میں سے اکثر لوگوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لیا۔

وہیں قرطبہ میں ایک پادری یولوجیوس بھی رہا کرتا تھا یہ بد بخت پادری اسلام اور پیغمبر اسلام سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ یولوجیوس کا پورا خاندان عیسائی حلقوں میں اسلام دشمنی کے حوالے سے مشہور تھا۔

جس وقت مسجد کے مینار سے مؤذن اذان دیتا تو یولوجیوس کا دادا اپنے جسم پر صلیب کا نشان بناتا اور کہتا کہ

”اے خدا چپ نہ ہو اے خدا ہمیں نہ لے کیونکہ دیکھ تیرے دشمن اودھم مچاتے ہیں اور ان لوگوں نے جو تجھ سے کینہ رکھتے ہیں سرائیا ہے“

پادری یولوجیوس اپنی مذہبی تعلیم مکمل کر چکا تھا اور اب مزید اعلیٰ مذہبی تعلیم کیلئے وہ اس وقت کے سب سے بڑے پادری اسپر کے درس میں شریک ہونے لگا۔

پادری اسپر نے بھی یولوجیوس کے سینے میں جلنے والی آتش حسد کو خوب بھڑکایا پھر کچھ ہی دنوں کے بعد پادری یولوجیوس نے تحریک شاتمین رسول کا آغاز کر دیا اور لوگوں کی ذہن سازی یہ کہہ کر کیا کرتا تھا کہ مسیحیت میں تکلیفوں کا برداشت کرنا ہی عیسائی مذہب کی اصل روح ہے۔

اس لئے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کر کے اپنے جسم اور گوشت پوست کو تکلیف پہنچائی جائے تاکہ روح پاک ہو اور گناہوں کی طغانی ہو۔

پادری یولوجیوس نے چند ایسے نوجوان پادریوں کو تیار کیا جو اس عمل کیلئے راضی ہو جائیں اور اپنی روح کو پاک کریں اور دین اسلام اور پیغمبر اسلام کو برا بھلا کہیں کیونکہ اسلامی قانون میں ایسا عمل کرنے والے کی سزا صرف قتل ہے۔

چنانچہ ان نوجوان پادریوں کے اس عمل کی وجہ سے حکومت انہیں گرفتار کر لے گی اور انہیں ان کے اس عمل کی سزا سزائے موت سنادی جائے گی اور یہ اپنی جانوں کو قربان کر کے ”مسیحی شہید“ ہو جائیں گے۔

پادری یولوجیوس نے ان نوجوان پادریوں کے جذبات کو خوب بھڑکایا۔

یولو جیوس کی اس تربیت کے سبب ایک پادری نے عید کے دن پیغمبر اسلام کی اہانت کا مقدس صلیبی فریضہ انجام دیا
مسلمان مشتعل ہو گئے اور اس کو مار ڈالا۔

قرطبہ کے پادری اس کی لاش کو اٹھا کر لے گئے اور اور متعصب پادریوں نے اس کو سینٹ (ولی) کا درجہ دے دیا۔
ایک دوسرا پادری اساق (Issaq) قاضی کی عدالت میں گیا اور اس نے وہاں جا کر وہی عمل کیا جو پادری پریکٹس نے
عید گاہ میں کیا تھا لہذا قاضی نے اس کی گردن سر سے الگ کر دی اور اس طرح ایک اور گستاخ واصل جہنم ہو گیا۔

پادری یولو جیوس کی اس تحریک میں گیارہ افراد نے اس احقانہ تحریک کیلئے اپنی جانوں کو گنوا لیا لیکن قرطبہ کے اکثر عیسائیوں
نے اس تحریک کو سخت ناپسند کیا چنانچہ یہ تحریک پادریوں سے نکل کر عوام میں مقبول نہیں ہو سکی سمجھ دار عیسائیوں نے
اسلامی حکومت کی رواداری اور ان کے ساتھ مسلمانوں کے شریفانہ برتاؤ کا ذکر کیا اور انہیں بتایا کہ مسلمان اعلیٰ ظرف ہیں اور
بہت بڑے دل کے مالک ہیں مگر اپنی اس وسعت قلبی کے باوجود وہ اس بد زبانی کو برداشت نہیں کریں گے اور انجیل میں بھی
یہ درج ہے کہ بد زبانی کرنے والے آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔

سوائے اسلام دشمن پادریوں کے کسی اور شخص نے اس تحریک کی حمایت نہیں کی۔
کچھ دنوں کے بعد پادری یولو جیوس بھی گرفتار ہوا لیکن وہ کسی اور مقدمے میں گرفتار ہوا تھا قاضی نے اس کو اس کے جرم
کے مطابق کوڑوں کی سزا سنائی۔

پادری یولو جیوس میں ہمت سے زیادہ غرور تھا اس کو کوڑوں کی سزا اپنے لئے بے عزتی محسوس ہوئی پادری یولو جیوس نے فیصلہ کیا
کہ کیوں نہ آج میں بھی وہ کروں جس کی میں عرصہ دراز سے تبلیغ کر تا چلا آ رہا ہوں۔

یہ سوچ کر اس نے قاضی سے کہا کہ قاضی! اپنی تلوار کو تیز کر میری روح کو میرے خالق کے پاس روانہ کر اور
اس خیال میں نہ رہے کہ میں اپنی کھال کوڑوں سے اوجھڑا دوں گا۔

اتنا کہنے کے بعد پادری یولو جیوس نے مسلمانوں کے پیغمبر کے خلاف سخت برے الفاظ کی بوچھاڑ شروع کر دی۔
لہذا یہ بد بخت بھی اپنے انجام کو پہنچا اور اس کی بھی گردن تن سے جدا کر دی گئی اور اس کے ساتھ ہی اس کی یہ گندی و غلیظ
تحریک بھی اپنے انجام کو پہنچ گئی۔

رجی نالڈ کا انجام

عیسائی فوج کا سپہ سالار رجبی نالڈ اسلام دشمنی میں اندھا ہو چکا تھا جب کرک کا حاکم ہنری مرگیا تو اس نے ہنری کی بیوہ اسٹیفانیہ (Stephanie) سے شادی کر لی اور اس طرح یہ کرک کا نیا حاکم بن گیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا دربار لگا ہوا تھا عیسائیوں کی مسلط کردہ صلیبی جنگوں کا جواب دینے کیلئے حکمت عملی کی تیاری کی جارہی تھی کہ اسی دوران رجبی نالڈ کا ایک قاصد رجبی نالڈ کا خط لے کر دربار میں آ گیا۔

رجبی نالڈ نے یہ خط سلطان صلاح الدین ایوبی کے خط کے جواب میں لکھا تھا سلطان صلاح الدین ایوبی نے یہ خط رجبی نالڈ کو لکھا تھا کہ تم نے مسلمان تاجروں کو قتل کر ڈالا ہے لہذا اب اس کا معاہدے کے مطابق قصاص دو جیسا کہ معاہدہ ہے۔ رجبی نالڈ نے اس کے جواب میں لکھا:۔

”سچ تو یہ ہے کہ میں صلح اور امن پر یقین ہی نہیں رکھتا جب تمہارے ہاتھ معاہدے کی زنجیر سے آزاد ہو جائیں تو قلم کی جگہ تلوار اٹھالیتا۔“ فقط: رجبی نالڈ

سلطان صلاح الدین ایوبی کے چہرے پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے پھر سلطان نے کہا کہ میں نے اس جیسا جھوٹا شخص اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔

امیر محترم! جھوٹا ہونا تو بہت چھوٹی سی چیز ہے اس کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ اس مردود نے خانہ کعبہ اور روضہ رسول کو گرانے کی بھی قسم کھائی ہے۔ مصری سفیر نے غم و غصے کی کیفیت میں یہ اطلاع سلطان تک پہنچائی۔

سلطان کے پورے دربار میں ایک بھونچال آ گیا تمام درباری اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے اور پورا دربار انتقام انتقام کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

سلطان کے چہرے پر اذیت اور کرب کے سائے لرز رہے تھے۔

سلطان نے قسم کھائی کہ اگر اللہ نے مجھے تصرف بخشا تو میں اس شاتم رسول کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔

پھر کچھ دنوں کے بعد سلطان کو یہ دل دہلا دینے والی خبر ملی کہ کرک کا حاکم رجبی نالڈ مکہ اور مدینے پر حملہ کرنے کیلئے روانہ ہو گیا ہے۔

غم و غصہ کی کیفیت کے آثار سلطان کے چہرے سے چمک رہے تھے پھر غائبانہ طور پر رجبی نالڈ کو مخاطب کرتے ہوئے سلطان نے کہا کہ کیا معاذ اللہ تمام جاٹاران اسلام مر گئے ہیں جو تیرے دماغ میں یہ سودا سلایا ہے۔

سلطان نے اسی وقت بحری بیڑے کے سربراہ امیر البحر لولو کو طلب کیا اور ابولولو کو ریجی نالڈ کے عزائم سے آگاہ کیا۔ سلطان کی زبانی ریجی نالڈ کے شیطانی ارادوں کی تفصیل سن کر امیر البحر کے چہرے پر بھی نفرت و غضب کا رنگ ابھر آیا۔ ابولولو! سلطان نے امیر البحر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

ریجی نالڈ کو میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کرنے کی قسم کھائی ہے تم اس سے میری نفرتوں کا اندازہ لگا سکتے ہو اس شیطانی کورو کو چاہے اس معرکہ میں پورا سمندر انسانی خون سے سرخ ہو جائے بس اس کے قدم میری زندگی میں مقدس مقامات تک نہ پہنچنے پائیں ورنہ ہم دنیا و آخرت میں کہیں بھی منہ دکھانے کے لائق نہیں رہیں گے یہ کہتے کہتے سلطان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے امیر البحر لولو نے کہا سلطان اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمارے ساتھ رہی تو آپ بہت جلد سمندر کی تاریخ بھی تبدیل ہوتے ہوئے دیکھ لیں گے۔

دوسری طرف ریجی نالڈ کا بحری بیڑہ تیزی کے ساتھ مکہ اور مدینے کی جانب بڑھ رہا تھا اور یہ وہ وقت تھا جبکہ حج کا زمانہ شروع ہو چکا تھا اور حاجیوں کے قافلے بھی مقامات مقدسہ کی جانب جا رہے تھے ریجی نالڈ کے جہازوں نے ایک جہاز کو دیکھا جس پر مسلمان حاجی سوار تھے ریجی نالڈ نے اس جہاز کو پکڑنے کا حکم دیا ان حاجیوں نے بہت کہا کہ ان کا مال و اسباب لے لیا جائے لیکن ان کی جان بخش دی جائے۔

حاجیوں کی التجاء سن کر سفاک ریجی نالڈ نے وحشیانہ قہقہہ لگایا اور بولا، مال و اسباب تو ویسے ہی مل جائے گا مگر تمہارا خون بہا کر مجھے جو لذت حاصل ہوگی اس کا بدل تو دنیا بھر کے خزانے بھی نہیں ہو سکتے۔

پھر کچھ دیر تک فضا مسلمان مردوں اور عورتوں کی چیخوں سے گونجتی رہی یہاں تک کہ سمندر کی فضا خاموش اور پرسکون ہو گئی۔ اس کے بعد جہاز کے عرشے پر رقص و سرور کی محفل رکھی گئی اور ایک رقصہ کار رقص دیکھنے کے بعد ریجی نالڈ نے کہا کہ بے شک اس رقصہ کار قص بہت دلکش ہے مگر میرے نزدیک دنیا کا سب سے زیادہ دلکش رقص وہ ہے جب ایک زخمی مسلمان گر کر ترہتا ہے۔

اور شراب کے جام کو ہاتھ میں تھامتے ہوئے کہنے لگا:-

مجھے شراب پینے سے بھی زیادہ لذت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب میں کسی مسلمان کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرتا ہوں یہی میرا مقدس ترین فریضہ اور میری نجات کا واحد راستہ ہے۔

راستے میں مسلمانوں کے تین چار قافلوں کو ریجی نالڈ نے لوٹا اور ان تمام حاجیوں کو قتل کر کے ان کی لاشوں کو سمندر میں ڈال دیا۔

والی کرک ریجی نالڈ اپنی سفاک کامیابیوں پر بہت خوش تھا۔

مردود ریجی نالڈ کی منزل اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھی کہ وہ مدینہ منورہ پہنچ کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ انور کو نقصان پہنچائے۔

امیر البحر لولوا ایک مختصر راستے کے ذریعے ریجی نالڈ کے پہنچنے سے پہلے ہی الحوراک کی بندرگاہ پر پہنچ چکا تھا۔

ریجی نالڈ بے بس حاجیوں کو قتل کرنے کے بعد سمجھ رہا تھا کہ آگے بھی فتح اس کے قدموں میں بچنے کیلئے بے تاب ہوگی مگر جیسے ہی وہ الحوراک کی بندرگاہ پر پہنچا سلطان صلاح الدین ایوبی کے غیور مجاہدین نے ان کا استقبال اپنی تلواروں سے کیا ریجی نالڈ اور اس کے بزدل ساتھیوں کے پاس فرار کے سوا کوئی راستہ نہیں بچا، جان بچانے کیلئے ربوہ کی گھاٹیوں میں پناہ لینے لگے لیکن مجاہدین اسلام ربوہ کی گھاٹی کو چاروں طرف سے گھیر چکے تھے پھر صلیبیوں کو ان کی اس جسارت کی سزا دینے کا وقت آگیا اور جاٹران رسالت جو پہلے ہی یہ خبر سن کر غم و غصہ کی آگ میں جل رہے تھے کہ ریجی نالڈ نے ان کے محبوب آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کو گرانے کی قسم کھائی ہے اور اسی ارادے سے مدینہ آیا ہے۔

پس پھر ان مجاہدین نے اُن صلیبی دہشت گردوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں بخشی تمام فوج ذلت کے ساتھ ماری گئی مگر ریجی نالڈ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا غازیان اسلام کی یہ جماعت جب ریجی نالڈ کے منصوبہ کو ناکام بنا کر جب مصر کے ساحل پر اتری تو مقامی مسلمانوں کا جوش و خروش قابل دید تھا مصر کے باشندوں نے دور دور تک مجاہدین کے راستے میں پھولوں کے انبار لگا دیئے تھے، ہر فرد عقیدت و محبت کے ساتھ ہر سپاہی کے ہاتھوں کو چوم رہا تھا اس لیے کہ انہوں نے ریجی نالڈ کے ناپاک منصوبہ کو ناکام بنادیا تھا۔ ریجی نالڈ وہاں سے جان بچا کر فرار تو ہو گیا مگر اس کی طبیعت میں ذرہ برابر تبدیلی نہیں آئی۔

ایک دن اس نے مسلمان تاجروں کے قافلے پر حملہ کر کے اسے لوٹا اتفاق سے اس قافلے میں صلاح الدین ایوبی کی بہن بھی سفر کر رہی تھی جب قافلے والوں نے اس سے رحم کی درخواست کی تو اس مردود نے حقارت سے کہا:-

”تم مجھ سے رحم کی بھیک کیوں مانگ رہے ہو تمہارا ایمان تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) پر ہے انہی کو پکارو۔“

پھر جب واپسی پر سلطان صلاح الدین ایوبی کی بہن نے یہ واقعہ اپنے بھائی کو سنایا تو سلطان کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ صلاح الدین ایوبی کا جسم کانپنے لگا اس نے آنکھیں بند کر لیں اور رونے لگا پھر جب سلطان کی حالت سنبھلی تو سلطان نے کہا:-

تو نے سچ کہا ریجی نالڈ! ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت خاص ہی ہم مسلمانوں کو بچائے گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے ابھی صرف اسی لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ میں تجھے قتل کر کے اپنی قسم پوری کر سکوں۔

پھر جب معرکہ حطین ہوا تو اس میں دیگر سالاروں کے ساتھ ربیجی نالڈ بھی گرفتار ہو کر سلطان کے سامنے حاضر کیا گیا تو صلاح الدین ایوبی نے آگے بڑھ کر ربیجی نالڈ کے منہ پر تین بار تھوکا پھر اس کو مخاطب کر کے انتہائی غضب ناک لہجے میں کہا تجھ پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور اس کے تمام فرشتوں کی ہزار بار لعنت ہو یہ الفاظ سلطان نے تین بار دہرائے۔

پورے خیمے میں خاموشی چھائی ہوئی تھی پھر سلطان صلاح الدین ایوبی تیزی سے مڑا اور دوسرے جنگی قیدیوں کو مخاطب کر کے بولا:-

”یہ اس وقت میری نظر میں دنیا کا سب سے زیادہ ناپاک اور لعنت زدہ انسان ہے اس نے دوبار حجاز مقدس کو تباہ کرنے کی قسم کھائی تھی اور ایک بار قافلے کے لوٹے جانے والے مسلمانوں نے اس سے رحم کی درخواست کی تھی تو اس مردود نے کہا تھا کہ تمہیں تو اب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی آکر بچائیں گے یہ واقعہ سن کر میں نے بھی دوبار قسم کھائی تھی کہ اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دیا تو میں اس ملعون کو اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا اور آج خالق کائنات نے مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے اور اس شیطان کے ارادے کو خاک میں ملا دیا یہ کہہ کر سلطان نے اپنی شمشیر کو نیام سے باہر نکالا موت کے خوف سے ربیجی نالڈ کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور اس کا پورا جسم لرز رہا تھا دیکھتے ہی دیکھتے ربیجی نالڈ سلطان کے قدموں پر گر پڑا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنے لگا۔

اگر میں تجھے معاف کر دوں تو میری قسم کا کیا ہو گا؟ سلطان نے انتہائی نفرت کے ساتھ جواب دیا۔
ربیجی نالڈ حیرانگناہ وہ گناہ ہے جس کی معافی نہیں اور میری قسم وہ قسم ہے جس کا کفارہ نہیں سلطان نے یہ کہہ کر سپاہیوں کو حکم دیا کہ ربیجی نالڈ کی زنجیریں کھول دی جائیں والی کرک کا آخری وقت آچکا تھا مرنے سے پہلے ربیجی نالڈ نے ہر طریقے سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ لی مگر صلاح الدین ایوبی نے اپنی قسم پوری کی اور تلوار اٹھانے سے پہلے شام رسول کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:-
”میری خواہش تو یہ تھی کہ تیرے جسم کے ایک ایک حصے کو الگ کروں اور تجھے تڑپا تڑپا کر کئی مہینوں میں تجھے انجام کو پہنچاؤں مگر میرے آقا جو رحمت للعالمین ہیں ان کی یہ ایک حدیث مبارک ہے کہ کسی پاگل کتے کو بھی ٹکڑے نہ کرو اسے ایک ہی وار میں مار دو۔ بس میرے آقا کا صدقہ ہے کہ تو اذیت سے بچ گیا۔“

پھر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ سلطان کی تلوار فضا میں بلند ہوئی اور دوسرے ہی لمحے گستاخ ربیجی نالڈ کی گردن تن سے جدا ہو گئی جب اس کی لاش ٹھنڈی ہو گئی تو صلاح الدین ایوبی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کھلے میدان میں پھینک دو۔

(ماخوذ از قاصد اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی از خان آصف)

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے عروہ بن مسعود کو سفیر بنا کر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہمارا مقصد صرف عمرہ کی ادائیگی ہے ہم نہ اہل مکہ سے جنگ کرنے آئے ہیں اور نہ ہی ہمارا مکہ پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ ہے۔

عروہ بن مسعود بہت غور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھ رہا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا جب آپ کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل کی جاتی تھی جب آپ وضو فرماتے تو لوگ آپ کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ پانی میں حاصل کروں، جب لوگ آپ کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے اور حد درجہ تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کر نہیں دیکھتے تھے اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔

واپس جا کر اس نے اپنی قوم سے کہا اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں میں قیصر و کسریٰ کے درباروں میں اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا لعاب دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور غایت تعظیم کے باعث وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔

میں نے خلوص و محبت اور جاٹاری کے ایسے مناظر کہیں نہیں دیکھے اگر تم یہ خیال کر رہے ہو کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھی مشکل وقت میں اپنے نبی کو چھوڑ جائیں گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے میں نے جو دیکھا اس سے تمہیں آگاہ کر دیا آگے تمہاری مرضی تم جو مناسب خیال کرو وہ کرو۔ (صحیح بخاری مترجم از علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، جلد دوم، صفحہ ۳۰۳)

حکم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز سے افضل

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا۔

نماز ختم ہونے کے بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ نے مجھے یاد فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابو سعید آنے میں دیر کیوں ہو گئی عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! جس وقت آپ نے مجھے یاد فرمایا میں اس وقت نماز پڑھ رہا تھا لہذا نماز پڑھنے کے بعد حاضر ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یا ابوسعید کیا تم نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ حکم نہیں سنا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ (پ ۹۔ سورہ انفال: ۲۴)

اے ایمان والو! لبیک کہو اللہ اور (اس کے) رسول کی پکار پر جب وہ رسول بلائے تمہیں اس امر کی جانب جو زندہ کرتا ہے تمہیں۔

اس پر تمام علماء اور فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کو بلا لیں اور اگر وہ نماز بھی پڑھ رہا ہو

تو نماز چھوڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو اور اس پر عمل کرے جس کا حکم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا ہو

اور اس کے اس عمل سے ان کی نماز نہیں ٹوٹے گی بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کے بعد جہاں سے نماز چھوڑی تھی

وہیں سے دوبارہ شروع کرے۔ (تفسیر مظہری بحوالہ بخاری شریف)

عقبہ بن ابی معیط مکہ کا ممتاز تاجر تھا اور اس کی عادت یہ تھی کہ جب بھی اپنے کسی تجارتی سفر سے واپس لوٹتا تو ایک بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا کرتا تھا اور مکہ کے لوگ اس دعوت میں شریک بھی ہوا کرتے تھے۔

عقبہ بن ابی معیط اکثر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر بھی ہوا کرتا تھا حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی باتیں بھی سنتا اور انہیں پسند بھی کرتا تھا ایک دفعہ وہ سفر سے واپس آیا تو حسب معمول اس نے دعوت کا اہتمام کیا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی دعوت دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تم اسلام قبول نہیں کر لیتے میں تمہاری دعوت قبول نہیں کروں گا چنانچہ اس نے اسی وقت کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا ابی بن خلف جو پکا مشرک تھا اس سے اس کی بڑی گہری دوستی تھی جب ابی بن خلف نے سنا کہ عقبہ نے اسلام قبول کر لیا ہے تو یہ عقبہ کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ سنا ہے کہ تم اپنے آباء و اجداد کے دین سے پھر گئے ہو۔

عقبہ نے کہا نہیں بلکہ میں نے صرف اس لیے اسلام قبول کیا ہے کہ تاکہ حضور میرے یہاں دعوت میں آئیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی شخص میری دعوت قبول نہ کرے۔

ابی بن خلف کہنے لگا تیری میری دوستی ختم جب تک کہ تو جا کر یہ گستاخیاں بارگاہ رسالت میں نہ کرے۔

عقبہ اپنے دوست کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اسی وقت اٹھا اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے جا کر وہ تمام گستاخیاں کر ڈالیں جن کی فرمائش اس کے دوست نے کی تھیں یہاں تک کہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر تھوکنے کی جسارت بھی کی لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسی تھوک کو آگ کا انگارہ بنا کر لوٹا دیا اور اس کے منہ پر دے مارا جس سے اس کا منہ جل گیا اور مرتے دم تک گالوں پر اس کا داغ رہا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب سر زمین مکہ سے باہر تیری ملاقات ہوگی تو تلوار سے تیرا سر اڑا دوں گا۔

یہ بات اس کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گئی کئی سال بعد جب اہل مکہ بدر کی طرف جانے لگے تو اس نے کہا کہ میں نہیں جاسکتا۔ اس سے لوگوں نے پوچھا تم کیوں نہیں جا رہے ہو؟

عقبہ بن ابی معیط نے لوگوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ بات یاد دلائی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم مجھے مکہ سے باہر ملو گے تو تمہاری گردن تلوار سے اڑا دی جائے گی اور جو بات ان کے منہ سے نکلتی ہے تمہیں معلوم ہے کہ وہ پوری ہو کر کہہ رہی ہے مجھے تو تم یہیں رہنے دو میں نہیں جا رہا مکہ سے باہر۔ ان لوگوں نے کہا عقبہ تم بھی عجیب آدمی ہو

اور اس روز ظالم (فریڈ نامت سے) کاٹے گا اپنے ہاتھوں کو (اور) کہے گا کاش! میں نے اختیار کیا ہوتا رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں نجات راستہ ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دشمنی میں ابو لہب کے بیٹے عتبہ اور عقیبہ بھی کم نہیں تھے۔

ایک دن مکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ نجم کی تلاوت فرما رہے تھے کہ عتبہ آپ کے قریب آیا اور گستاخی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نجم کے رب کا انکار کرتا ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی گستاخی پر فرمایا، عنقریب اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے کتوں میں سے ایک کتا تجھ پر مسلط فرمائے گا۔

جب عتبہ واپس اپنے گھر گیا تو ابو لہب نے پوچھا کہ تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس گیا تھا انہوں نے کیا جواب دیا۔

عتبہ نے اپنی گفتگو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب سنا دیا۔ ابو لہب نے جب یہ سنا تو کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ یہ دعا ضرور پوری ہوگی۔

ابو لہب شام سے اونٹنی کپڑا لایا کرتا تھا اور تجارت کیلئے اپنے بیٹے وکیل اور غلام کو بھیجا کرتا تھا لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس ٹیشن گوئی کے بعد وہ اپنے غلام اور وکیل سے یہ عہد لینا کہ وہ ہر حال میں عتبہ کی حفاظت کریں گے کیوں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی ہر بات، ہر دعا ضرور پوری ہوتی ہے۔

ابو لہب کا تجارتی قافلہ عتبہ کی سربراہی میں جانے کیلئے تیار ہو چکا تھا عتبہ قافلے کے درمیان میں سفر کرتا جب رات ہوتی تو اس کو درمیان میں سلاتے اور اس کو سلانے کیلئے یہ اہتمام کرتے کہ تمام تجارتی سامان کپڑوں کے تھان وغیرہ کو درمیان میں جمع کرتے عتبہ اس پر سامان کے ٹیلے پر سوتا تھا اور چاروں طرف قافلے کے دیگر لوگ گھیر اڑال کر سوتے تاکہ عتبہ کو نقصان نہ پہنچ پائے۔

ایک دن رات کو یہ اسی اہتمام کے ساتھ سو رہا تھا کہ ایک شیر اس طرف آکھلا اس نے ہر ایک شخص کو سونگھا اور کسی کو کچھ نہ کہا اور ایک جست لگا کر سامان پر چڑھ گیا جہاں عتبہ سویا ہوا تھا اس کو سونگھا اور اس کو چیر پھاڑ کر چلا گیا اور یہ گستاخ بھی اپنے انجام کو پہنچا۔ اور یوں یہ گستاخ رسول بھی اپنے انجام کو پہنچا۔ (معجزات سید المرسلین۔ اسٹیل یوسف نہانی، جلد دوم، صفحہ ۲۵۷،

ابی بن خلف کا انجام

غزوہ بدر میں خلف کے دو بیٹے امیہ اور ابی بڑے غرور و تکبر کے ساتھ شریک ہوئے۔

امیہ بن خلف غزوہ بدر میں حضرت بلال کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا لیکن ابی بن خلف کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔

ابی بن خلف نے اپنا فدیہ ادا کیا اور جب اُسے رہا کر دیا گیا تو بجائے اس کے یہ احسان مند ہوتا اُلٹا پیغمبر اسلام کی شان میں گستاخی کرنے لگا اس کے پاس ایک قیمتی گھوڑا تھا جس کا نام العود تھا اس نے قسم کھا کر کہا:۔

میں اس گھوڑے کو خوب کھلاؤں گا پلاؤں گا یہاں تک کہ یہ خوب موٹا تازہ ہو جائے گا پھر میں اس پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (معاذ اللہ) کا قتل کروں گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اس کی یہ بکو اس سنی تو فرمایا:۔

وہ نہیں بلکہ میں اس کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اُتاروں گا۔

یہاں تک کہ غزوہ اُحد کا دن قریب آگیا لیکن ابی بن خلف کے ذہن میں وہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات موجود تھی اور وہ غزوہ اُحد میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا ابوسفیان اسے اصرار کر کے زبردستی ساتھ لے آئے۔

اُحد کے دن یہ اسی گھوڑے پر سوار تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا ہو شیار رہنا کہ کہیں ابی بن خلف پیچھے سے وار نہ کرے جب تم اُسے دیکھو تو مجھے اطلاع دے دینا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لڑائی کے دوران پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھتے تھے۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھاٹی میں تشریف فرما ہوئے تو اچانک آگیا۔ یہ سر سے پیر تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور اپنے گھوڑے کو رقص کراتے ہوئے آ رہا تھا۔

کہنے لگا اگر آج محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) مجھ سے بچ گئے تو پھر میرا بچنا ممکن نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثاروں نے اس کا راستہ روکنا چاہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو آگے آنے دو۔ جب یہ قریب آیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھوٹا سائیزہ اس کی گردن کی طرف اُچھال دیا یہ وہ جگہ تھی جو لوہے سے ڈھکی ہوئی نہیں تھی۔

اس نیزہ سے اس کو ہلکی سی خراش آئی لیکن یہ گھوڑے سے گر گیا اور بیل کی طرح ڈکارنے لگا۔ اس معمولی سی چوٹ نے اس کے سینے کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں چور چور کر دی تھیں۔ سر پھینٹا ہوا واپس قوم کی طرف بھاگا اور کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھے قتل کر دیا۔ جب لوگوں نے اس کی گردن پر معمولی خراش دیکھی تو کہنے لگے تمہاری بزدلی کی بھی کوئی حد ہے کوئی زخم تمہیں آیا نہیں ہے معمولی سی خراش ہے اور تم نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے اس قسم کی کوئی خراش اگر ہم میں سے کسی کی آنکھ میں بھی آئی ہوتی تب بھی بالکل تکلیف دہ نہ ہوتی۔

ان نادانوں کو کیا خبر کہ نبی کی چوٹ کا اثر کیا ہوتا ہے۔ ابی بن خلف کہنے لگا لات و عزیٰ کی قسم! جو چوٹ مجھے لگی ہے وہ اگر ربیعہ اور معمر قبائل کو بھی لگ جاتی تو سارے کے سارے ہلاک ہو جاتے۔

یہ یونہی چیختا چلاتا رہا یہاں تک کہ احد سے واپسی پر راستہ ہی میں تھا کہ یہ ملعون واصل جہنم ہوا۔ (غیاء النبی جلد سوم صفحہ ۵۱۳)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نورانی بیان سنتے کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ بات سمجھ نہیں آتی تو دوبارہ سمجھنے کیلئے عرض کرتے ”یا رسول اللہ“ ”راعنا“ یعنی اے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم پوری طرح سمجھ نہیں سکے ہماری رعایت فرماتے ہوئے دوبارہ سمجھائیے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں دوبارہ سمجھا دیتے۔

یہودی جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حسد کے سبب ایمان نہیں لائے تھے اور دل میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغض اور حسد رکھتے تھے اور یہودیوں کی عبرانی زبان میں راعنا کی عین کو ذرا سمجھنے دیتے اور وہ راعی نا بن جاتا جس کے معنی ہمارے چرواہے کے ہیں لہذا یہودی دل ہی دل میں خوش ہوتے کہ اب تو ان کے ہاتھ ایسا موقع آ گیا ہے کہ وہ اللہ کے محبوب رسول کی شان میں گستاخی بھی کریں گے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔

یہودی جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے تو راعنا کا لفظ استعمال کرتے اور بعد میں ہنستے کہ اب تو ایسا موقع ہاتھ آ گیا ہے کہ ہم بھری محفل میں محبوب خدا کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہودیوں کی عبرانی زبان آتی تھی اور جب انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل سے باہر یہ لفظ سنا تو غیظ و غضب کے ساتھ کہہ کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر آئندہ تم لوگوں نے یہ لفظ استعمال کیا تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

یہودیوں نے کہا اے سعد تم کیوں ناراض ہوتے ہو جب کہ یہ لفظ تم مسلمان خود بھی بولتے ہو۔

حضرت سعد بن معاذ یہ سن کر سخت رنجیدہ ہوئے اور بارگاہ رسالت میں حاضری دینے کیلئے روانہ ہوئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس لفظ کے استعمال پر پابندی لگانے کی درخواست کریں۔

ابھی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس بارگاہ میں حاضر بھی نہیں ہوئے تھے کہ جبریل امین یہ آیت لیکر نازل ہوئے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۖ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

اے ایمان والو! (میرے حبیب سے کلام کرتے وقت) راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا کہو اور ان کی بات پہلے ہی غور سے سنا کرو

اور کافروں کیلئے دردناک عذاب ہے۔ (پ۔ ا۔ سورہ بقرہ: ۱۰۴)

چاروں طرف سے کافروں کی فوج نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرنے کا عزم کر رکھا تھا اور مسلمانوں کو ختم کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ دوسری جانب کافروں کے اس ارادے کی خبر جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد دھندلکھوڑنے کا مشورہ دیا۔

سخت سردیوں کے دن تھے اور شدید سردی پڑ رہی تھی۔

دوسری طرف خوراک کے ذخیرے بھی نہیں تھے پیٹ بھر کر کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا۔

ایسے موقع پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام تو آپ کے حکم کی تعمیل کیلئے ہر وقت موجود رہتے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار سے باہر نہ جاتے۔

لیکن کچھ لوگ جن کے دلوں میں نفاق تھا جھوٹے جھوٹے بہانے کر کے آپ کی اجازت کے بغیر وہاں سے جانے لگے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ان کا یہ انداز پسند نہ آیا اور ہمیشہ کیلئے اپنے محبوب کے دربار میں آنے اور جانے کے آداب یوں مقرر فرمائے:-

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذِنْ لِمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٨﴾ (سورہ نور: ۶۲)

بس سچے مومن تو وہ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جب ہوتے ہیں آپ کے ساتھ کسی اجتماعی کام کیلئے تو (وہاں سے) چلے نہیں جاتے جب تک کہ آپ سے اجازت نہ لے لیں بلاشبہ وہ لوگ جو اجازت طلب کرتے ہیں آپ سے یہی وہ لوگ ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ پس جب وہ اجازت مانگیں آپ سے اپنے کسی کام کیلئے تو اجازت دیجئے ان میں سے جسے آپ چاہیں اور مغفرت طلب کیجئے اللہ تعالیٰ سے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔